مؤسس حضرت علامہ سید محمد اشرف اندرابی علیہ الرحمۃ

المصباح

(دارالعلوم شاہ ہمدان کا دینی ،فکری وعلمی ترجمان)

جلد:۱۶ شمارہ:۳ جون ۲۰۱۹ء بمطابق رمضان المبارک/شوال المکرم ۱۴۴۰ھ

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر تنویر حیاتؔ

معاون مدیر: انجینئر نذیر احمد میر

مجلس مشاورت

☆ قاضی عبدالقیوم صاحب
☆ حاجی جلال الدین بٹ صاحب
☆ مختار احمد تانترے صاحب
☆ فاروق احمد میر صاحب
☆ مشتاق احمد مسعودی صاحب
☆ محمد سبحان صوفی صاحب

نوٹ: مضمون نگار کے افکار ونظریات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔(ایڈیٹر)

مراسلت وترسیل زر کا پتہ:
Al-Misbah Monthly
Shah-i-Hamdan Memorial Trust
Pampore 192121
Ph. : 9419023343 (Editor)
01933-223267 (Office)
Account No.: 0475040100000069

پرنٹر پبلشر عبدالرحمان گنائی نے ٹی ایف سی سینٹر سے چھپوا کر شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ پانپور کشمیر سے شائع کیا

قیمت فی شمارہ:20روپے

اعزازی چندہ:600روپے

فہرست مضامین

کشمیر میں فساد کی آگ	ڈاکٹر محمد تنویر حیات	05
قرآن کی دعوت: راہِ نجات	ڈاکٹر ابو یحییٰ محمد یوسف	08
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امن بین المذاہب	راضیہ شاہین	13
اسلام ہی دنیا کو بدامنی، خونریزی اور کرپشن سے نجات دلا سکتا ہے	نثار احمد حصیر	17
بچوں کو نماز کے لیے کیسے راغب کریں؟	کامران غنی صبا	22
اہل سنت کے امتیازی اعتقادات کیا ہیں؟	مفتی شبیر احمد قادری	24
حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے کچھ نقوشِ سیرت	میر امتیاز آفریںؔ	29
عید الفطر: غریبوں سے ہمدردی کا عالمی دن	ڈاکٹر محمد تنویر حیات	34
چند لمحے خود سے ہمدردی کر کے اپنی نفسیاتی معالجہ بنیں	صائمہ رشید	39

❖❖❖❖❖

شائع کردہ

شاہ ہمدان رحمۃ اللہ علیہ میموریل ٹرسٹ پانپور

E-mail : editoralmisbah@gmail.com

Web: www.shahihamadanmemorialtrust.org

اداریہ

کشمیر میں فساد کی آگ

ڈاکٹر تنویر حیات

بہت سے الفاظ کا محدود استعمال اکثر ان کی جامعیت کو ہماری نظروں سے اوجھل کر دیتا ہے۔ ایسا ہی ایک لفظ فساد ہے۔جس کا مفہوم جھگڑا، دنگا اور قتل و غارتگری تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔قرآن مجید میں اس لفظ کا ذکر بارہا اور مختلف انداز میں آیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ فساد پھیلانے والوں کو سخت عذاب کا مستحق قرار دیا ہے۔لہذا قرآنی احکامات پر عمل کرنے کے لئے لازم ہے کہ ہم اس لفظ کے مفہوم سے واقف ہوں تا کہ اس گناہ سے بچ سکے۔

فسد الشی کے معنی ہیں کسی چیز کا مضمحل ہو جانا، اس کا اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہنا۔لحم فاسد اس گوشت کو کہتے ہیں جو گل سڑ کر بدبودار ہو گیا ہو اور کسی کام کا نہ رہا ہو۔ فساد درحقیقت صلاح کی ضد ہے۔صلاح کے معنی ہیں حالات کا مستقیم و متوازن رہنا۔لہذا فساد کے معنی ہیں توازن کا بگڑ جانا، بے ترتیبی Disorder پیدا ہو جانا۔

قرآن کریم نے مفسدین (فساد پھیلانے والوں) کے مقابلے میں مصلحین کا لفظ استعمال کیا ہے:

جب کبھی ان سے کہا گیا کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔(البقرہ:11)۔

حرث و نسل کو تباہ کر دینے کو بھی فساد قرار دیا ہے:

جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسلِ انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا"۔ (البقرہ:205)۔

سورہ شعراء میں مسرفین کو مفسدین کہا گیا ہے:

مسرفین (حد سے تجاوز کرنے والوں) کا حکم نہ مانو جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور کوئی اصلاح نہیں کرتے"۔الشعرا:151۔152۔

اسراف کرنے والوں کو مسرفین کہا جاتا ہے۔ السّرف کے معنی ہیں جو حد مقرر کی گئی ہو اس سے آگے بڑھ جانا، زیادتی کرنا، نادانی کرنا وغیرہ۔(ابن فارس)

سورہ الفرقان میں خرچ کے تعلق سے یہ لفظ قتر کے مقابلے میں آیا ہے۔الفرقان:67۔

قتر بخل اور خرچ میں تنگی کو کہتے ہیں۔لہذا اسراف، تفریط کے مقابلے میں افراط ہو گی۔یعنی جس مقام پر

جس قدر ضرورت ہو وہاں اس سے زیادہ خرچ کر دینا، غیر متوازن خرچ کرنا۔ اس لئے کہتے ہیں" سرفتِ الأم ولدھا" ماں نے اپنے بچے کو بہت زیادہ دودھ پلا پلا کر اس کی صحت خراب کر دی (تاج لعروس)۔ اس سے اسراف کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کا اس طرح ضائع ہو جانا کہ جو فائدہ اسے حاصل ہونا تھا وہ حاصل نہ ہو۔ چنانچہ سرفُ الماء اس پانی کو کہتے ہیں جو زمین پر اس طرح بہہ جائے کہ اس کا کوئی فائدہ نہ ہو اور وہ بے کار چلا جائے۔ گویا اسراف صرف بے جا (فضول خرچی) ہی کو نہیں کہتے۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ انسانی توانائی، وقت، دولت یا کسی اور صلاحیت (بمعہ علم) کو ایسے مقصد کے لئے خرچ نہ کرنا جس سے تعمیری نتیجہ سامنے آئے بلکہ اس سے بے مقصد و بے فائدہ (یا برائے تخریبی مقصد) ضائع کر دینا وغیرہ۔

جب کسی بھی چیز میں عدم توازن کی وجہ سے پیدا ہونے والا بگاڑ یا خرابی فساد کہلاتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ زمین، فضا اور پانی میں پھیلی کثافت اور آلودگی کو ہم فساد نہ مانیں؟ آج نہ تو پانی اپنی اصلی حالت میں ہے اور نہ زمین، نہ فضا اور نہ اس میں موجود ہوا اپنی اصلی حالت میں ہے، نہ پہاڑ اور سمندر۔ کسی چیز کا اصلی حالت پر باقی نہ رہنا فساد ہے تو پس یہ بھی فساد ہے اور اس کو پھیلانے والے مفسد ہیں۔ آج کشمیر کی بیشتر ندیوں اور دریاؤں کا پانی فاسد ہو چکا ہے کیونکہ وہ بدبودار بھی ہے زہریلی بھی ہے اور کسی کام کا بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالی فرمایا ہے:

" خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے تاکہ مزہ چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا، شاید کہ وہ باز آجائیں" ۔الروم: 41۔

آج انسان کے ہی ہاتھوں اور انسان کے کرتوتوں کی وجہ سے انسانیت ہی نہیں بلکہ تمام جاندار آلودگی کے بھنور میں پھنس چکے ہیں. تاہم ہماری اکثریت اس طرف سے غافل ہے۔ کم علمی، ناواقفیت اور جہالت کے باعث ہماری اکثریت ان مسائل سے ناواقف ہے۔ دین کو مذہب کی شکل دے کر اس سے چند ارکان میں محدود کر دیا گیا ہے۔ خیر اُمت ہونے کے ناطے، مسلم ہونے کے ناطے کیا یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم دنیا میں پھیلنے والے ہر فساد کو روکنے کی حدالامکان کوشش کریں؟ یہ بتانے والا کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

" اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ دنیا میں مفسدوں کا کیا انجام ھوا ھے" ۔الاعراف: 86۔

کثافت، آلودگی اور گندگی بھی فساد کی ایک شکل ہے اسراف بھی فساد ہے۔ آج ان برائیوں میں ہماری اکثریت مبتلا ہے۔

ایک طرف آلودگی کی وجہ سے فضا بوجھل ہے تو دوسری طرف اسراف کی وجہ سے معاشرے میں زبردست ناہمواری پیدا ہو رہی ہے۔ ہمارے مال وہاں خرچ نہیں ہو رہے ہیں جہاں ان کی ضرورت ہے،

ہماری توانائی اور صلاحیتیں اس راہ پر صرف نہیں ہو رہی ہیں جہاں انہیں صرف کرنا چاہیئے۔ ہمارا وقت ہماری علمیت اور ہماری توانائی بھی اس مقصد کے لئے استعمال نہیں کی جارہی ہے جس مقصد کے واسطے یہ ہم کو عطا کی گئی تھی۔ ہم آج نہ صرف مال کا اسراف کر رہے ہیں بالکل وقت،توانائی، صلاحیت،علمیت اور دانشمندی کے اسراف کے بھی مرتکب ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالی مسرفین کو مفسدین کہتا ہے کیونکہ ان کی حرکتوں کی وجہ سے مختلف انداز کا فساد پھیلتا ہے۔اللہ تعالی نہ تو مفسدین کو پسند کرتا ہے اور نہ ہی ان کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ آج ضرورت ہے کہ ہمارے علماء، واعظ اور خطیب اس طرف توجہ فرمائیں اور مسلمانوں کو آگاہ کریں کہ دین کی بلند و بالا و مستحکم عمارت کو چھوڑ کر انہوں نے مذہب کے جن ستونوں سے اپنے آپ کو باندھ لیا ہے وہ خیر اُمت کے شایان شان نہیں ہے۔ بے روح ارکان فکر وعمل کی جوالا بھڑکانے سے قاصر ہیں۔ یہ ظاہری انفرادیت اور جذباتیت تو پیدا کر سکتے ہیں لیکن وہ مسلم پیدا نہیں کر سکتے جو قوموں کی امامت کرتے ہیں۔ ارکان میں روح پھونکنے کے لئے دین کی مکمل سمجھ اور اللہ تعالی کی مکمل بندگی لازمی ہے جو قرآن فہمی اور علوم سے واقفیت کے بغیر ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم نہ تو فساد کے مکمل مفہوم سے واقف ہیں نا مفسد کے۔ایسے میں ہمیں کب خبر ہوگی کہ ہم بھی مفسدین کے زمرے میں شامل ہو چکے ہیں۔مسلم کا تو یہ انداز ہونا چاہیئے کہ ہر قسم کے فساد پر اس کی گہری نظر ہو اور وہ اس کا سد باب کرنے کے لیے احسن طریقے تلاش کرے اور سبھی انسانوں کی رہنمائی کرے۔

آج جنتِ بے نظیر کشمیر کی بیشتر بستیاں گندگی کی وجہ سے پہچانی جاتی ہیں، ہمارے علاقوں میں گھروں اور دوکانوں کا کوڑا کرکٹ گھروں اور دوکانوں کے باہر ڈالا جاتا ہے۔محلوں کی نالیاں غلاظت سے سڑتی رہتی ہیں۔ ہم پٹریاں لگا کر، دکانیں آگے بڑھا کر راستوں کو تنگ کر دیتے ہیں۔جس سے راہگیروں کو چلنے میں دشواری پیدا ہوتی ہے۔ ہم راستوں میں مزید دشواریاں پیدا کرتے ہیں۔

نئے نئے انداز کے فساد پیدا کرتے ہیں۔گلی گلی محلے محلے چلنے والے کارخانوں سے خارج ہونے والا دھواں اور گندگی پورے علاقے کو متاثر کرتی ہے۔ پولیتھین نے تو زمین کی کوکھ میں کینسر جیسی بیماری پیدا کی جس سے پیداوار میں کافی کمی واقع ہوئی۔ کاش ہم سمجھیں کہ یہ اللہ کے احکامات کی کھلی خلاف ورزی ہے۔قرآن کریم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی کی ہر تخلیق اس کی ایک آیت ہے۔ یہ پانی، یہ ہوا، یہ زمین اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی آیات ہیں۔ ہم کیسے مسلمان ہیں کہ ان آیات کو ناپاک کرتے ہیں، ان کی بے حرمتی کرتے ہیں ان کو نجس کرتے ہیں۔ اے پروردگار ہمیں ہدایت دے، ہمیں دین کی مکمل سمجھ دے تاکہ ہم ایک خیرِ اُمت کے طور پر اپنے فرائض انجام دے سکیں۔آمین۔

❖❖❖

قرآن کی دعوت: راہِ نجات

ڈاکٹر ابویحییٰ محمد یوسف

دورِ جدید میں دین کے حوالے سے علمی اور عملی دونوں پہلوؤں سے بے پناہ کام ہوا ہے۔ خاص طور پر عملی کاموں کا معاملہ تو یہ ہے کہ دین کے نام پر جان، مال اور عزت و آبرو کی ان گنت قربانیوں کے ساتھ لوگوں نے جس طرح اپنے آپ کو اس کام کے لیے وقف کیا، اپنا پیسہ، وقت، صلاحیت حتیٰ کہ پوری زندگی اس کام میں لگائی اور جو دکھ اور مصائب اس راہ میں جھیلے ہیں؛ اس کی کوئی نظیر انسانی تاریخ نہیں ملتی۔ یہ ماضی قریب کا ایک واقعہ ہی نہیں بلکہ اِس وقت بھی لاکھوں لوگ اس مقصد کے لیے تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ تاہم اس کے ساتھ یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ احیائے اسلام کا جو خواب دو سو برس سے دیکھا جا رہا ہے، اس کی کوئی تعبیر کہیں نظر نہیں آتی۔ سیاسی غلبہ تو ایک طرف رہا، علم و اخلاق کے معاملے میں بھی ہماری پستی دنیا بھر سے بڑھی ہوئی ہے۔ ایسے میں امت کا درد رکھنے والے ہر مخلص انسان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس صورتحال کا سبب کیا ہے؟ ہم نے پہلے بھی کئی دفعہ اس موضوع پر قلم اٹھا کر لوگوں کو توجہ دلانے کی کوشش کی ہے۔ آج بھی ان شاء اللہ اس تحریر کے ذریعے سے یہ واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ اس ضمن میں اصل غلطی کہاں ہو رہی ہے۔

اصل مسئلہ کیا ہے؟

موجودہ جدوجہد کا آغاز یورپی اقوام کے اس عالمی غلبے سے ہوتا ہے جو تقریباً دو صدی پہلے شروع ہوا اور بتدریج بڑھتا چلا گیا۔ ہماری فکری قیادت نے اس معاملے کو دو قوموں کے ایک جھگڑے کے زاویے سے دیکھا۔ چنانچہ ان کا زاویہ نظر یہ بنا کہ ہم مظلوم ہیں اور ایک دوسری قوم ظالم ہے جس نے باہر سے آ کر ہمارے ملکوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس زاویہ نظر کے تحت آج کے دن تک ہمارا نظریہ یہی ہے کہ وہ ظالم اور ہم مظلوم ہیں۔ وہ غاصب اور ہم مجبور ہیں۔ وہ غلط اور ہم درست ہیں۔

ہماری فکری قیادت اگر اس معاملے کو دو قوموں کے بجائے اپنے اور خدا کے زاویے سے دیکھتی تو ان کا ردعمل بالکل جدا ہوتا۔ وہ جب اس پہلو سے اسلام کی بنیادی تعلیمات کی طرف لوٹتے تو معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی کسی قوم سے کوئی رشتہ داری نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کسی بھی قوم پر خالص میرٹ کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ کوئی قوم لاکھ خود کو خدا کی چہیتی حتیٰ کہ خدا کی اولاد کی طرح سمجھے، لیکن اس کے ایسا سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ قرآن مجید نے اس معاملے کو بالکل صاف بیان کر دیا۔ مثلاً

یہود ونصاریٰ کی اسی غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سورہ المائدہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کی چہیتے ہیں۔ان سے پوچھو کہ پھر وہ تمھیں تمھارے گناہوں پر سزا کیوں دیتا ہے۔(ہرگز نہیں) بلکہ تم اس کے پیدا کیے ہوئے انسانوں میں سے انسان ہی ہو'۔(المائدہ:۱۸)۔

قرآن مجید نے ابتدائی سورتوں یعنی سورہ بقرہ سے مائدہ تک سابقہ امتوں کے پس منظر میں اس مسئلے پر بہت تفصیل سے کلام کیا ہے کہ جب کوئی قوم خدا کے نام پر کھڑی ہوتی ہے تو پھر نافرمانی کی شکل میں اسی دنیا میں اس پر سزا مسلط ہوجاتی ہے۔ مسلمانوں نے اسے یہود ونصاریٰ ہی کا معاملہ سمجھا۔جبکہ درحقیقت یہ ایک اصولی قانون تھا جو قرآن کے آغاز میں بیان ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ مسلمان اس آئینے میں اپنی شکل دیکھتے رہیں۔وہ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں بلکہ یہ سمجھ لیں کہ جس طرح یہ قانون یہود ونصاریٰ کے لیے درست تھا اسی طرح مسلمانوں کے لیے بھی درست ہے۔

قرآن مجید کی اس روشنی میں اگر جائزہ لیا جاتا اور مسلمانوں کے معروضی حالات کو نگاہ میں رکھا جاتا تو صاف معلوم ہوجاتا کہ جو کچھ دو صدیوں سے مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ایک سزا کی حیثیت رکھتا ہے۔اس سزا کی سادہ وجہ یہ ہے کہ مسلمان ختم نبوت کے بعد واحد ذریعہ ہیں جس کے ذریعہ سے دنیا کو اللہ کی مرضی معلوم ہوسکتی ہے۔ مسلمان اگر دنیا کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچاتے اور نہ اپنے عمل سے کوئی صالح نمونہ ہی پیش کرتے ہیں تو پھر وہ اس بات کے مستحق ہوجاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا کے سامنے عبرت کا نمونہ بنا دیں۔مسلمان اگر خود دنیا کے سامنے حق کی شہادت نہیں دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو عبرت کا نشان بنا کر ان کے ذریعے سے حق کی شہادت قائم کردیں گے۔ چنانچہ اسی پس منظر میں مسلمانوں کی

> ''ان تمام غلطیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اپنی اصلاح کے جذبے کے باوجود وہ کوشش جو بہت بڑے پیمانے پر برپا ہوئی اور جس کے نتیجے میں لاکھوں لوگ دین سے متعلق ہوئے، معاشرے میں فرقہ واریت، جمود، ظاہر پرستانہ سطحیت اور عدم توازن میں اضافے کے سوا کچھ نہ کرسکی۔''

اخلاقی پستی کی بنیاد پر ان کو سزا مل رہی ہے۔ مگر جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے معاملے میں ہوا تھا، یہ سزا دینے کے لیے آسمان سے عذاب نہیں آیا بلکہ انسانوں ہی میں سے لوگوں کو اٹھایا گیا اور ان کو بطور سزا مسلط کر دیا گیا۔

اب اس بات کو اگر سزا سمجھا جاتا تو اصلاح احوال کا جذبہ پیدا ہوتا۔ مگر جب اس معاملے کو دو قوموں کا جھگڑا سمجھا گیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں اپنی اصلاح کا داعیہ تو نہ پیدا ہوا البتہ دوسروں کے خلاف شدید نفرت پیدا ہوگئی۔ آج کے دن تک ہماری فکری قیادت اور اس کے زیر اثر طبقات میں مغرب کی شدید نفرت اسی وجہ سے باقی ہے۔ مگر یہ نفرت نہ پہلے کوئی مسئلہ حل کر سکی تھی نہ اب کر سکی ہے۔ ہوا صرف یہ ہے کہ سزا دینے والی قومیں وقفے وقفے سے بدلتی رہی ہیں۔ پہلے یہ کام یورپی اقوام نے کیا، پھر سوویت یونین مسلط ہوگیا اور اب امریکہ یہ کام کر رہا ہے۔ ہم نے اگر اب بھی اصل مسئلے کی درست تشخیص نہ کی تو آئندہ کوئی اور امریکہ کی جگہ لے لے گا۔ مگر ہماری تباہی کے دن ختم نہیں ہوں گے۔ چنانچہ اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ یہ قوم پرستانہ فکر جو اپنی اصلاح کے بجائے نفرت کو فروغ دیتی ہے ہماری تباہی کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کرے گی۔

اصلاح کرنے والوں کے مسائل

اس دوران میں سارے لوگ ایسے نہیں تھے جو اس مسئلے کو قومی یا سیاسی زاویے سے دیکھتے تھے۔ بلکہ بہت سے لوگ تھے جن کو یہ احساس ہوا کہ سیاسی جدوجہد اصل مسئلے کا کوئی حل نہیں اور اس کے لیے مسلمانوں کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ مگر بدقسمتی سے ان کی جدوجہد میں کئی طرح کی خرابیاں در آئیں۔ مثال کے طور پر یہ کہ اس نوعیت کی جدوجہد کرنے والے مختلف فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ ان کا فرقہ ان کے لیے دین کے ہم معنی بن گیا۔ وہی ان کی شناخت قرار پایا۔ اسی کی طرف لوگوں کو بلانا ان کا مقصد قرار پایا۔ یوں ایک اصلاحی دعوت کے نتیجے میں جو لوگ اٹھے وہ فرقہ واریت کے شکار اور اپنے تعصّبات کے اسیر بن کر سامنے آئے۔

ایک دوسرا مسئلہ یہ ہوا کہ ان لوگوں نے اس چیز پر غور نہیں کیا کہ یہ امت صدیوں سے تقلید کی بیڑیوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ امت کا پورا علمی، فکری، قانونی اور استدلالی ڈھانچہ زرعی دور میں وجود میں آیا ہے۔ اور جس طرح زرعی دور میں استعمال ہونے والے تیر و تفنگ کے ساتھ صنعتی دور کی کسی جدید فوج کا مقابلہ نہیں ہوسکتا، اسی طرح قدیم فکری ڈھانچے کے ساتھ دور جدید کے عملی مسائل کا سامنا کرنا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ جو لوگ اصلاح کے علمبردار بن کر کھڑے ہوئے، ان کے دینی جذبے کے باوجود عملی چیزوں میں ان کا رویہ ایسا تھا کہ ذہین اور باصلاحیت لوگ دین کو روح عصر کے خلاف اور دورِ جدید میں ناقابل عمل سمجھ کر اس سے دور رہے۔

ایک تیسرا مسئلہ یہ ہوا کہ گرچہ دین اسلام ایک محفوظ دین ہے، اس کی تعلیمات، اس کی بنیادی کتاب، اس کے نبی کی سیرت ہر چیز محفوظ ہے۔ اس میں تبدیلی اور

تحریف کرنا ممکن نہیں ہے۔ مگر یہ ضرور ممکن ہے اور یہ ہوا بھی ہے کہ اس دین میں کئی اضافے ہو گئے۔ اصل، آسمانی اور ابدی دین کے ساتھ بہت کچھ وہ بھی موجود ہے جو وقتی، زمانی اور انسانی کام تھا۔ لوگوں نے ان دو چیزوں کے فرق کو سمجھے بغیر اس پورے کو دین کی دعوت بنا کر پیش کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ ظاہری اور سطحی چیزیں حق و باطل اور نیکی و بدی کا معیار قرار پائیں۔ وہ حقیقی تبدیلی جو دین انسان میں پیدا کرنا چاہتا ہے، وہ دنیا کے سامنے نہ آسکی۔

جن لوگوں نے ان غلطیوں کا ادراک کیا اور خود کو ان سے بچانے کی کوشش کی ان میں ایک اور مسئلہ پیش ہوگیا۔ وہ یہ کہ دینی مطالبات میں یہ لوگ وہ توازن برقرار نہ رکھ سکے جس کے نتیجے میں اس دینی دعوت کی ساری خوبصورتی اور جمال وجود میں آتا ہے۔ ایسے لوگ کبھی دوسرے پر تنقید کرتے ہوئے استہزاء پر اتر آتے ہیں۔ دوسروں پر تنقید کرتے ہیں اور خود کو بھول جاتے ہیں۔ کبھی دعوت و اصلاح کے کام کے لیے کھڑے ہوتے ہوئے اپنی بنیادی ذمہ داریوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔ کبھی دین کی رعایتوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بے عملی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور کہیں اصلاح کرنے والے ہستیوں کی شخصیت کے سحر کا اس طرح شکار ہوتے ہیں کہ خدا کے بجائے خدا کی طرف بلانے والے کے بندے بن جاتے ہیں۔

ان تمام غلطیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اپنی اصلاح کے جذبے کے باوجود وہ کوشش جو بہت بڑے پیمانے پر برپا ہوئی اور جس کے نتیجے میں لاکھوں لوگ دین سے متعلق ہوئے، معاشرے میں فرقہ واریت، جمود، ظاہر پرستانہ سطحیت اور عدم توازن میں اضافے کے سوا کچھ نہ کرسکی۔

قرآن مجید: مسئلے کا حل

زمانہ قدیم میں قوموں کی اصلاح کے لیے انبیاء و رسل آتے تھے۔ ختم نبوت کے بعد یہ سلسلہ ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا ہے۔ تاہم ختم نبوت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا اور خصوصی اہتمام یہ کیا ہے کہ اپنا کلام اپنی آخری کتاب کی شکل میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ اب یہ کتاب گویا کہ خدا اور اس کے رسول کے قائم مقام ہے۔ اس کتاب کی شکل میں اللہ تعالیٰ اپنا مدعا واضح الفاظ میں بیان کر دیتے ہیں۔

اس حقیقت کو جان لینے کے بعد جب قرآن مجید کی طرف خالی الذہن ہو کر ہدایت پانے کے لیے رجوع کیا جاتا ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ ایمان و اخلاق کی دعوت کو اللہ تعالیٰ اصل مسئلہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ یہ دعوت خدا کو زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ بنانے کی دعوت ہے۔ یہ دعوت خدا کے حضور پیشی اور وہاں کی کامیابی کو زندگی کا سب سے بڑا ہدف بنانے کی دعوت ہے۔ یہ دعوت اِس دنیا میں اپنے آپ کو جسمانی، روحانی اور اخلاقی گندگی سے بچا کر خود کو پاکیزہ رکھنے کی دعوت ہے۔ اس دعوت کے نتیجے میں اعلیٰ انسان جنم لیتے ہیں۔ سچائی ایسے لوگوں کا سب سے بڑا مسئلہ ہوتی ہے۔ دیانت و امانت ان کا وصف ہوتی ہے۔ حیا

اور عفت ان کا سرمایہ ہوتی ہے۔ صبر اور معقولیت ان کی شناخت ہوتی ہے۔ رحم اور ہمدردی ان کی عادت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ دنیا کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر ان کا اصل ہدف اپنی ذات ہوتی ہے۔ وہ دوسروں کو حق پہنچانے کے لیے بیتاب رہتے ہیں، مگر خود کو کبھی نہیں بھولتے۔ یوں ایسے لوگ تعصب، جمود، سطحیت، غفلت، شخصیت پرستی وغیرہ جیسی ہر کمزوری سے پاک ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے فکر و عمل کی اساس قرآن کی آفاقی دعوت پر رکھ کر قرآن کے مطلوب انسان بن جاتے ہیں۔

ایسے اعلیٰ انسان جب کسی معاشرے میں پیدا ہونے لگیں تو آہستہ آہستہ خیر عام ہوتی ہے۔ اس سے لوگوں کی آخرت تو بلاشبہ اچھی ہوتی ہے مگر اس سے پہلے دنیا بھی اچھی ہوجاتی ہے۔ دنیا نے صحابہ کرام کی شکل میں ایسے ہی اعلیٰ انسانوں کو دیکھا تھا۔ یہی وہ لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بام عروج بخشا اور ان کے طفیل آنے والی کئی صدیوں تک مسلمان دنیا کی امامت کے منصب پر فائز رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کی اسی دعوت میں آج بھی ہمارے لیے راہ نجات ہے۔ مگر بدقسمتی سے مذہب کے نام لیوا ایسی کسی آواز کو سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ اپنی قوم پرستانہ فکر، فرقہ وارانہ سوچ، جمود اور سطحیت سے اوپر اٹھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ قرآن کو خدا کا کلام ماننے کے باجود اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کے لیے تیار نہیں۔ اس کو دین کا محور و مرکز بنانے پر آمادہ نہیں۔ اس کو میزان مان کر اپنی ہر فکر کو اس کی ترازو پر تولنے اور اس کو فرقان مان کر اپنے ہر فلسفہ کو اس کی کسوٹی پر پرکھنے کو تیار نہیں۔

ایسے میں ضرورت ہے کہ کچھ اور لوگ اٹھیں جو خواہش اور تعصب کے اس جنگل میں سچی بندگی، صدق و وفا اور حمیت دین کے نئے پھول کھلائیں۔ جو لوگ آج یہ پھول بنیں گے، کل قیامت کے دن انھی کو جنت کے باغوں میں آباد کیا جائے گا۔ مگر اس سے قبل اس دنیا میں ان کے صدقے میں باقی قوم پر رحم کیا جائے گا۔ تاہم قرآن مجید پر مبنی ایمان و اخلاق کی یہ صدا اگر رد کر دی گئی تو پھر خدا کا قہر فیصلہ کن طور پر بھڑکے گا۔ وہ عذاب آئے گا کہ لوگ ماضی کی ہر مثال بھول جائیں گے۔

ہم خدا کے قہر کے بھڑکنے سے قبل ہی اس کی پناہ مانگتے ہیں اور اس سے اس کی رحمت اور مغفرت کے طلبگار رہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ ہمارا رب بڑا غفور و رحیم ہے۔ جہاں رہیں مخلوق خدا کے لیے باعثِ رحمت بن کر رہیں، باعثِ آزار نہ بنیں۔

❖ ❖ ❖

ماہنامہ
المصباح
ایک تاریخ ہے، تحریک ہے
زیادہ سے زیادہ تعاون کیجیے۔
رابطہ کے لیے:
01933-223267

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امن بین المذاہب

راضیہ شاہین

دنیا میں جتنی بھی شخصیات تاریخ عالم کے نقشہ پر نمایاں طور پر ابھری ہیں وہ اپنی انفرادیت میں یک حیثیتی ہیں مثلاً سکندر اعظم، نپولین اور ہٹلر وغیرہ بڑے نامور فاتح اور سپہ سالار تھے، گوتم بدھ اور مہاویر سوامی خصوصی عبادات و ریاضات اور مراقبات ومجاہدات میں نمایاں تھے۔ اشوک ایک نامور حکمران تھا، کنفیوشس ایک بڑا سماجی رہنما تھا، افلاطون اور ارسطو بڑے فلسفی اور صاحبان حکمت تھے اور نیوٹن اور گلیلیو عظیم سائنس دان تھے۔ الغرض ان تمام تاریخی شخصیات کی زندگیاں کسی ایک شعبہ و میدان سے شغف رکھنے والوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہوتی ہیں۔ لوگوں کو دیگر شعبہ ہائے زندگی میں ان سے کوئی خاص رہنمائی نہیں مل سکتی اور نہ ہی ان کے سوانح و حالات تمام جہات حیات میں سبق آموز ہوتے ہیں بلکہ ان کے کئی شعبہ جات زندگی، رہنمائی حاصل کرنے والوں کے لئے بالکل خاموش اور خالی دکھائی دیتے ہیں مگر ایک عظیم شخصیت، ہستی اور ذات ایسی بھی ہے جن کی حیات مبارکہ ان سے یکسر مختلف، نہایت جامع و مانع، ہمہ جہت اور ہمہ گیر حیثیت کی حامل ہے۔ وہ ہر شعبہ حیات میں فلک عظمت پر آفتاب کی طرح چمک رہی ہے اور ہر میدان سے تعلق رکھنے والوں کے لئے برابر مینارہ نور ہے۔

دورحاضر کا ایک غیر مسلم مورخ اور محقق Michael Hart.H نے اپنی معروف کتاب The 100, A ranking of the most influential persons in history میں کائنات انسانی کی تاریخ میں عظیم، نامور اور تاریخی کارہائے نمایاں کی حامل شخصیات کی فہرست میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی سب سے پہلے نام کے طور پر لکھا ہے وہ لکھتا ہے۔

My Choice of Muhammad to lead the list of the world's most influential persons may surprise some readers and may be questioned by others, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels of humble origins. Muhammad founded and promulgated one of the world 'great religions' and became immensely effective political leader. Today, thirteen centuries after his death, his influence is still

powerful and pervasive.

It may initially seem strange that Muhammad has been ranked higher than jesus. There are two principal reasons for that decision. First, Muhammad played a far more important role in the development of Islam than jesus did in the development of Christianity. Furthermore, Muhammad (Unlike jesus) was a secular as well as a religious leader. Infact, as the driving force behind the Arab conquests, he may well rank as the most influential political leader of all time. It is this unparalleled combination of secular and religious influence which I feel entitles Muhammad to be considered the most influential single figure in human history.

’’دنیا کی سب سے ذی اثر شخصیات میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میرا پہلا انتخاب کچھ قارئین کو حیران کردے اور ہوسکتا ہے بعض حلقوں کی طرف سے اس پر سوال کیا جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ذات اقدس ہے جو دنیوی و مادی اور مذہبی و روحانی سطحوں پر سب سے بڑھ کر کامیاب رہی۔ ایک انتہائی متوسط خاندان سے تعلق رکھنے والے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف دنیا کے ایک عظیم مذہب کی بنیاد رکھی بلکہ اس کی اشاعت بھی کی اور ایک انتہائی سحر انگیز سیاسی موثر رہنما بن گئے۔ ان کے وصال کے تیرہ سو سال بعد ان کا اثر آج بھی پائیدار، مضبوط اور اسی طرح جاری وساری ہے۔

ابتدائی طور پر یہ بات حیرت انگیز ہوسکتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رتبہ و مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بلند تر ہے۔ اس فیصلے کی دو بنیادی وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشاعت اسلام اور اس کی ترویج و ترقی میں جو کچھ کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ علاوہ ازیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برعکس مذہبی و لادین سبھی کے رہنما تھے۔ فی الحقیقت عربوں کی فتوحات کے پیچھے انہی کی زبردست قوت کام کر رہی تھی۔ انہیں بلا تامل تاریخ کی ایسی اثر انگیز اور موثر شخصیت کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے جن کی مثال نہیں مل سکتی۔ مذہب اور دنیاوی زندگی پر ان کے وہ عظیم اور گہرے اثرات ہیں جن کی وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ انسانی کی واحد مثال ہیں‘‘۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات وہ ذات ہے جس نے ہر میدان میں اپنا لوہا منوایا۔ نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی رحمت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سمندر سے حصہ وافر لیتے تھے۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام امن بین المذاہب کے علمبردار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف اپنوں بلکہ غیر

مسلموں کو بھی امان عطا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی ہمیں اس کا عملی ثبوت فراہم کرتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَيَدِہٖ.(صحیح البخاری، 1:6)

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔

گویا کسی شخص کے مسلمان ہونے کا معیار یہ مقرر کیا گیا ہے کہ امن اس کی جبلت میں شامل ہوتا ہے وہ اپنی عملی زندگی میں بھی پر امن ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کے لئے بھی باعث آزار نہیں بنتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر کی انہی قدروں کی ترویج کے لئے مختلف المذاہب بادشاہوں کی طرف خطوط ارسال کئے اور سفارتی محاذ پر سفراء کے تبادلوں سے عالمی سیاست میں اسلام کے اثر ونفوذ کی بنیاد رکھی، ہرقل کی طرف لکھے جانے والے خط میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ بِدَعْوَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ. (صحیح البخاری، 1:5)

''میں تمہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں اسلام قبول کرلو امن وسلامتی میں رہوگے''۔

غیر مسلموں کے جو بیرونی وفود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آتے ان کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود میزبانی فرماتے تھے۔ چنانچہ

''دنیا کی سب سے ذی اثر شخصیات میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میرا پہلا انتخاب کچھ قارئین کو حیران کردے اور ہوسکتا ہے بعض حلقوں کی طرف سے اس پر سوال کیا جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ذات محمد ﷺ ہی وہ ذات اقدس ہے جو دنیوی و مادی اور مذہبی و روحانی سطحوں پر سب سے بڑھ کر کامیاب رہی۔''

جب مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حبشہ کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ٹھہرایا۔ ان کی مہمان نوازی خود اپنے ذمہ لی اور فرمایا۔

انهم كانوالأ صحا بنا مكرمين وإنى أحب أن أكافئهم (بیہقی، 6:518)

''یہ لوگ ہمارے ساتھیوں کے لئے ممتاز ومنفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے میں نے پسند کیا کہ میں بذات خود ان کی تعظیم وتکریم اور مہمان نوازی کروں''۔

ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا چودہ رکنی وفد مدینہ

منورہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور اس وفد میں شامل مسیحیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنی نماز اپنے طریقہ پر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ادا کریں۔ چنانچہ یہ مسیحی حضرات مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک جانب مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل کتاب کے علاوہ مشرکین سے بھی جو برتاؤ رہا اس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ مشرکین مکہ و طائف نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے شمار مظالم ڈھائے لیکن جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک انصاری کمانڈر سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان سے کہا: آج لڑائی کا دن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہو گئے اور ان سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس کے سپرد کر دیا اور ابوسفیان سے فرمایا کہ آج لڑائی کا نہیں بلکہ آج رحمت کے عام کرنے کا دن ہے۔

مکہ مکرمہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنے میں سب سے زیادہ دو اشخاص کا دخل تھا۔ وہ ابولہب کے بیٹے تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذائیں دیں۔ فتح مکہ کے دوران یہ دونوں گستاخ کعبۃ اللہ کے پردوں کے پیچھے جا چھپے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو خود کعبۃ اللہ کے پردوں کے پیچھے سے نکالا اور معاف کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک دفعہ ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص کے طور پر اس مسلمان کے قتل کئے جانے کا حکم دیا اور فرمایا: غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت میرا سب سے اہم فرض ہے۔ (بیہقی، السنن الکبری 30:8)

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی مسلم و غیر مسلم کو اپنی چادر رحمت سے ڈھانپا اور تاقیامت آنے والے انسانوں کے لئے ایک مثال چھوڑی کہ محبت، خلوص، امن وہ گوہر نایاب ہیں جو اس دنیا کو جنت میں بدل سکتے ہیں۔ مگر یہ سب کیسے ممکن ہوا؟ نا صرف آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق و کردار بلکہ مسلمانوں کا اتفاق اس بات کا بین ثبوت ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں کے قریب ہوتے چلے گئے اور بالآخر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ آج اسی بین المذاہب محبت اور امن و آشتی کی ضرورت ہے مگر یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک مسلمان آپس میں اتفاق پیدا نہ کر لیں کیونکہ اگر ہم شیعہ، سنی، وہابی وغیرہ کے جھگڑوں میں پڑے رہے تو غیر مسلم ضرور سوچیں گے کہ جس امت کا آپس میں اتفاق نہیں ہے وہ کس طرح امن بین المذاہب کا سبب بن سکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نہ صرف امت مسلمہ کے آپس میں اختلافات کو ختم کیا جائے بلکہ امن بین المذاہب کے لئے بھی کوششوں کو تیز کیا جائے تا کہ دنیا کو تباہی سے بچایا جا سکے۔

❖ ❖ ❖

اسلام ہی دنیا کو بدامنی، خونریزی اور کرپشن سے نجات دلاسکتا ہے

نثار احمد حصیر
سکریٹری جنرل اکیڈمی آف ریسرچ اینڈ اسلامک اسٹڈیز۔ حیدرآباد

آج ساری دنیا کی قومیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بہ یک زبان اس کی بیخ کنی اور اس کے انسانیت نواز متوازن پیروکاروں کو نہایت مذموم وقابل نفرت شکل میں پیش کرنے کی سعی کررہی ہیں، ساری دنیا کے ذرائع ابلاغ آج اپنی پوری قوت وتوانائی اسلام ومسلمان دشمنی میں صرف کررہی اور نت نئی چیزیں ایجاد وگھڑ کر پیش کررہی ہیں، تاکہ دنیا کے باشندے اسلام اور مسلمانوں سے اس قدر متنفر ہوجائیں کہ کوئی ان سے قریب ہونا اور ان کی بات اور سچی دعوت کو سننا بھی پسند نہ کریں، آج اسی منفی پروپیگنڈوں کی بنیاد پر الیکشن لڑے جاتے اور اسلام دشمنی کے سارے ملک کے عوام کے ذہن کو مسموم کرکے اقتدار تک پہنچنے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن ان منفی پروپیگنڈوں، مکارانہ منصوبوں، اور دروغ گوئیوں پر مبنی سرگرمیوں کے باوجود ہم دیکھ رہے ہیں کہ ساری دنیا میں بڑے بڑے محققین، انصاف پسند باشندے، کھلی ذہنیت رکھنے والے اہل علم ودانشور، خیر وشر کے درمیان امتیاز کرنے کے خواہاں حق کے متلاشی اور چین وسکون وراحت وقرار کے جویا اسلام کا از سرنو مطالعہ کررہے ہے، کھلے دل ودماغ سے اس کی تعلیمات کا جائزہ لے رہے اور ظاہری پروپیگنڈوں سے ہٹ کر مسلمانوں کے طرز عمل کو تول رہے اور ان کے خلاف پروپیگنڈوں کو میزان عدل پر رکھ کر تولنے کی کوشش کررہے ہیں۔ سچائی وانصاف پسندی سے اسلام کا مطالعہ کرنے اور مسلمانوں کو پڑھنے سے انہیں اندازہ ہورہا ہے کہ دنیا کے اندر موجود مذہبوں میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی خصوصیات نمایاں، اس کی تعلیمات منفرد، اس کی اثر انگیزی محیر العقول، اس کی گرفت نہایت مضبوط، اس کی انسانیت نوازی ممتاز، اس کا عدل قابل تقلید، اس کی فکر واس کا نظریہ بالکل صاف وشفاف، اس کا ہر حکم فطرت انسانی کے مطابق، اس کی ہر بات حقائق وصداقت کی عکاسی کرنے والی اور اس کا پورا نظام نہایت متوازن ہے، جس میں کہیں جھول نہیں اور اس میں نہ بے جا شدت ہے اور نہ بگاڑ وخرابی پیدا کرنے والی نرمی، اسلامی نظریہ ہی دنیا کے سارے

نظریوں پر غالب ہے، اس کے اندر روحانیت بھی ہے اور مادیت بھی، اس کے اندر سچائی ہے جس میں ظاہری ملمع سازی نہیں، یہی سچا دین ومذہب ہے جو پہلے والوں کیلئے بھی عظیم پیغام تھا اور آج کے لوگوں کیلئے بھی اور آئندہ آنے والوں کے لئے بھی ہے۔ اس مذہب کا ایک مقصد ہے، غرض وغایت ہے، دعوت وآواز ہے، قوت وعزت ہے، قیادت وسلطانی ہے، اخلاق واقدار ہے، تعلیم وثقافت ہے، تہذیب وکلچر ہے، رفعت وبلندی ہے، شفافیت وپاکی ہے، انسانیت اگر اپنی نفسانیت اور خواہشات نفسانی سے اوپر اٹھ کر غور کرے اور تعصب وعداوت کی پٹیوں کو آنکھوں سے اتا کر اسے دیکھے تو اسے بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ اسلام اور اس کی تعلیمات کتنی عظیم الشان ہے، اس کا پیغام کس قدر ہمہ گیر اور فلاح وسعادت کا ضامن ہے۔ اس کی قدرو قیمت ادیان عالم اور خود ساختہ مذاہب وافکار ونظریات کے درمیان کس قدر بڑھی ہوئی ہے، اسلام کی اس سچائی اور عظمت شان کی وجہ یہ ہے کہ اس کا پیغام اور اس کا انداز فکر انسانوں تک دنیا کے مفکرین وعقلاء کے واسطہ سے' دنیا کے قانون دانوں اور حقوق کی آواز بلند کرنے والے انسانوں کے ذریعہ یا فلاسفہ وخیالی تانے بانے جوڑنے والوں یا سیاسی قائدین ورہنماؤں کے ذریعہ یا سماجی کارکنوں اور تجربات سے گذرنے والے ماہر نفسیات کی جانب سے نہیں پہنچا ہے بلکہ نبیوں اور رسولوں کے واسطہ سے پہنچا ہے جن کے پاس اللہ کی جانب سے وحی آتی تھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ (النمل: ٦)

ترجمہ: بیشک آپ کو اللہ حکیم وعلیم کی طرف سے قرآن سکھایا جارہا ہے

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعاً مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ (الحجر: ٨٧)

ترجمہ: یقینا ہم نے آپ کو سات آیتیں دے رکھی ہیں، کہ دہرائی جاتی ہیں اور عظیم قرآن بھی دے رکھا ہے۔

اسی لئے ہمارا ایمان وایقان ہے کہ اسلام کا پیغام اس کا نظام حیات اس کا طریقہ کار، اسکی دعوت اس کی کتاب اور اس کا دستور وقانون ربانی ہے، اس کا سرچشمہ اللہ کی ذات اور اس کا ارادہ ہے، یہ کسی بادشاہ، کسی سربراہ ملک' کسی امیر' کسی عوام، کسی پارلیمنٹ' کسی پارٹی، جماعت کا بنایا ہوا نہیں بلکہ اللہ کا بنایا ہوا ہے، اس لئے اللہ کے بنائے ہوئے نظام وقانون میں کسی مخصوص قوم وملک اور کسی خاص جماعت ورنگ ونسل کے مفادات کی رعایت نہیں رکھی گئی ہے، بلکہ اس میں پورے عدل وانصاف کے ساتھ ساری دنیا کی قوموں اور ہر رنگ ونسل اور ہر زمانہ کے لوگوں کی رعایت رکھی گئی ہے، اللہ کی جانبداری کسی خاص رنگ ونسل اور کسی خاص جنس ونوع اور حسب ونسب سے نہیں ہے، بلکہ اس کا سلوک ہر ایک کیساتھ یکساں ہے، وہ انسانوں کا بھلا ہی

چاہتا ہے، برا نہیں، وہ خیر ہی کو پسند کرتا ہے، شر کو نہیں، وہ صلاح وبہتر کو ہی پسند کرتا ہے، فساد وبگاڑ کو نہیں، اس لئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ درحقیقت سارے انسانوں کی میراث اسلام ہی ہے وہی انسانوں کا بھلا کرسکتا ہے، دنیا کے نظام کو سنوار سکتا اور انسانیت کو بدامنی ولاقانونیت اور انتشار وخونریزی سے نجات دلا سکتا ہے، کرپشن کا خاتمہ اور ہر انسانیت سوز حملوں کو دفع کرسکتا ہے۔ چونکہ اسلام اور اس کی تعلیمات ونظام حیات ربانی ہے، اس لئے اس میں نہ کسی سے بغض وعناد ہے اور نہ عصبیت وعداوت کہ اس سے امن وامان متاثر ہو، اور باہمی الفت ومحبت میں کمی آئے، ربانی ہونے کی وجہ سے یہ ہر طرح کی غلطیوں، لغزشوں، چوکوں اور رکاوٹوں سے پاک ہے، اس میں فکری ناہمواری بھی نہیں ہے کہ صدیوں انسانیت اس کی ستم ظریفی سے کراہتی رہے۔ اس کے نظام میں کوئی کمی زیادتی بھی نہیں کہ جس سے انسانی دماغ لازمی طور پر دوچار ہوتا ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا مفکر کیوں نہ ہو، اور یہ مخصوص زمانہ یا مخصوص خطہ تک محدود بھی نہیں ہے، یہ نظام ظلم وبربریت، انتقام وتسلط، کبروغرور اور نفسانی خواہشات جیسی کمزوریوں سے بھی پاک ہے، جس نے انسانیت کو صدیوں پیسا، اسے اپنا تختہ مشق بنائے رکھا، اور اسے امن وامان اور سکون وچین سے محروم رکھا، اوران پر ظالم وجابر فرعونی طاقتیں مسلط رہیں، اور انہیں اپنی ہوس کا شکار بناتی رہیں۔

اسلام کا نظام کوئی تاریخی ودستوری نظام نہیں جو مخصوص زمانہ، مخصوص خطہ، مخصوص رنگ ونسل اور مخصوص وقت کیلئے ہو، سابق میں شریعتیں مخصوص خطہ اور مخصوص قوموں ولوگوں کیلئے آتی تھیں تاکہ ان کے مردہ دلوں کو زندہ کیا جائے اور ان کی آبیاری کرکے ثمر آور بنایا جاسکے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر: ۲۴)

ترجمہ: اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ (النحل: ۳۶)

ترجمہ: ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو !صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو، پس بعض لوگوں کو تو اللہ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی، پس تم خود زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا"۔

سابق میں مبعوث کئے جانے والے نبیوں نے اپنی قوم اور اپنے علاقہ کی تاریکیوں کو دور کیا اور انسانیت کو نور ہدایت سے سرفراز کیا، گمراہوں اور بھٹکے ہوؤں کو سیدھی راہ دکھائی اور ان کی رہنمائی اپنی زندگی میں کرتے رہے، اخیر میں جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو اس نے

ساری دنیا کو منور کر دیا، اور سارے راستے جگمگا اٹھے، بلا شبہ دین محمدی اور اس کی کتاب سب سے طاقتور ثابت ہوئی ، اس کی باتیں نہایت محکم ہیں، اس نے سابقہ سارے پیغامات کو اپنے اندر سمولیا اور بکھری قوموں کو ایک لڑی میں پرو دیا۔

اسلام کے خلاف پوری قوت اور شد ومد کیساتھ پروپیگنڈے کے اس دور میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کھلے دل ودماغ سے جو اسلام کا مطالعہ کرتا ہے اس کا اسیر ہوجاتا اور اس کی تعلیمات سے واقفیت حاصل کر کے اس کا متبع بن جاتا ہے، مشہور جرمن ادیب ''جوٹا'' نے بجا کہا ہے کہ

''اگر اسلام اور اسلامی تعلیمات یہی ہے تو پھر ہم سب مسلمان کیوں نہیں ہوجاتے''

کوئی ایسی خوبی نہیں جس کا اسلام نے حکم نہ دیا ہو اور کوئی ایسی برائی نہیں جس سے اسلام نے روکا نہ ہو، کوئی ایسا خیر وبھلائی کا کام نہیں جس پر اسلام نے ابھارا نہ ہو، اور کوئی ایسا کامیابی کا راستہ نہیں جس کی اسلام نے رہنمائی اور اس کی تربیت نہ کی ہو، اور کوئی ایسی مشکلات وپریشانی نہیں جس میں اس نے انسانیت کی بڑی ہمدردی وخیر خواہی کیساتھ دستگیری نہ کی ہو، ذرا آپ موازنہ کریں ان دو تعلیمات کا جو اسلام نے اور مسیحیت نے پیش کی ہے۔ اسلام کی کتاب دستور میں ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الزمر: ۵۳)

ترجمہ: میرے جانب سے کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ، یقیناً اللہ تمہارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش اور رحمت والا ہے۔

اور انجیل میں ہے۔

بدون سفك دم لا تحصل المغفرة

یعنی خون بہائے بغیر مغفرت حاصل نہیں ہوسکتی۔

ایک جگہ انجیل میں ہے۔

اسی طرح اللہ دنیا کے لئے چاہا اور دنیا سے محبت کی یہاں تک کہ اپنے محبوب وچہیتے بیٹے کو بھی بھینٹ چڑھا دیا تاکہ اس پر ایمان لانے والے ہلاک نہ ہوں، بلکہ انہیں ابدی زندگی مل جائے۔

بلاشبہ اسلامی تعلیمات عملی تعلیم ہے جس میں اقوام عالم کی تعمیر وترقی کا نمونہ موجود ہے، اسلام بھٹکے ہوؤں کو امید دلاتا ہے، مایوس نہیں کرتا، اور اس طرح اسے صحیح رخ پر ڈھالتا اور مسلمان فرد کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے کہ اللہ کے تعلق سے اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور بندوں سے متعلق کیا ہیں، ایک دوسرے جرمن مفکر انگرام نے کھلے دل ودماغ سے اسلام کا مطالعہ کیا اور اسلام قبول کرلیا، ان کا کہنا تھا:

میں سمجھتا ہوں کہ اسلام ہی ایک ایسا دین ومذہب ہے جو نفس وروح انسانی کو راحت وسکون پہنچا سکتا اور امن وامان سے بہرہ ور کرسکتا ہے وہی انسان کو ذہنی

سکون عطا کرتا اور زندگی کو راحت' طمانیت بخشتا ہے، آج ہم اسلام کے فرزند ہیں، اور ہم اس سے بہت خوش ہیں، کہ اس نے ہماری زندگی کو خوشیوں، مسرتوں اور سعادت وخوش بختی سے بھر دیا ہے۔

سابق برطانوی وزیر روبن کک نے ایک مرتبہ کہا تھا:

ہماری تہذیب اسلام کا شہر ہے، دین اسلام ایسا دین ومذہب ہے جو مغرب کے لئے بھلائے جانے کے قابل نہیں ہے، اسی لئے ہم اپنے تعلقات کو عالم اسلام میں بڑھانے اور ترقی دینے کے خواہش مند ہیں، ہماری ضرورت ہے کہ ہم اسلامی دنیا سے رابطہ میں رہیں، آپس میں ایک دوسرے سے بات چیت کریں، اس طرح ہم مذہب اسلام کی تہذیب اور اس کے صاف وستھرے کلچر سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ مغرب اسلام کا مرہون منت ہے، اس نے اسلام سے بہت کچھ سیکھا اور حاصل کیا ہے، اسلام ہی نے مغربی تہذیب کے مختلف میدانوں کے لئے فکری بنیادیں وضع کیں اور اہم رہنمائی کی ہے جسے مغرب نے اپنایا مگر اسے تبدیل کرکے' اسلام نے مغرب کو سائنس، تہذیب وثقافت، نفسیات اور سماجیات جیسے علوم سے آشنا کیا۔

اس طرح کی سچائی کا اعتراف مختلف ادوار میں مغرب کے اہل فکر ونظر کرتے رہے ہیں اور آج خود مسلمان اپنی تہذیب اپنے پیغام اور اپنے نظام حیات سے نا آشنا ہے اور جس نے ہم سے اپنی تہذیب مستعار لی تھی، اسی کی اندھی تقلید میں فخر محسوس کرنے لگے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نہ اسلام کے رہے اور نہ مغربی بن سکے، جبکہ خود مغربی مفکرین میں سے ایک معروف مفکر ''مارسیل بوازا'' اعلان کر رہا ہے کہ آج ضرورت اصلاحات سے متعلق اسلامی فکر کو واپس لانے اور اپنانے کی ہے اس کی تجلی دائمی وابدی ہے، تقلبات زمانہ کیساتھ کہنہ و بوسیدہ ہونے والی نہیں ہے، آج بھی مسلمان اپنے دین ومذہب اور اس کی تعلیمات کے ذریعہ دنیا کو امن وسکون، راحت ومسرت اور سعادت وخوش بختی عطا کر سکتے ہیں، ضرورت ہمیں اپنے دین ومذہب کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی ہے۔ اے کاش کہ مسلمان اپنی زندگی کو سنوارنے پر توجہ دیں اور دوسروں کیلئے نمونہ بنیں۔

❖❖❖

ماہنامہ
المصباح
کا یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا
اپنی قیمتی آراء سے ہمیں ضرور نوازیے گا۔
رابطہ کے لیے:
editoralmisbah@gmail.com
Cell : 7006686243

بچوں کو نماز کے لیے کیسے راغب کریں؟

کامران غنی صبا

نماز میں تساہلی ایک ایسا مرض ہے جس سے تقریباً نوے فیصد لوگ متاثر ہیں۔ ہم یہ جانتے ہوئے بھی کہ نماز فرض ہے اور کسی بھی حال میں نماز چھوڑنے کی گنجائش نہیں ہے، اطمینان سے نماز کی ادائگی میں تساہلی سے کام لیتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ اچھے خاصے باشرع حضرات بھی جلسہ جلوس اور مختلف قسم کی علمی، ادبی، سیاسی یہاں تک کہ مذہبی محفلوں میں نماز کو قضا کردینا کوئی بڑی بات نہیں سمجھتے۔ نماز صرف ایک عبادت نہیں ہے بلکہ ایک فلسفہ ہے۔ بلکہ سچ پوچھیے تو اسلام کے تمام احکامات خواہ وہ عبادات سے تعلق رکھتے ہوں یا معاملات سے اپنے اندر بے شمار حکمتیں پوشیدہ رکھتے ہیں۔ بسا اوقات ان حکمتوں کو سمجھنے میں صدیاں گزر جاتی ہیں۔ نماز بندے اور رب کے درمیان محبت، وفاداری اور اطاعت کا ایک اگریمنٹ ہے۔ اب اگر ہم اپنے رب سے کیے گئے اگریمنٹ کو ہی توڑ بیٹھیں (جس کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں) تو بھلا ہم کس کے وفادار ہوں گے؟

عموماً نماز میں تساہلی کی ایک بڑی وجہ تربیت کا فقدان ہے۔ ہمارے یہاں بچپن سے نماز پر اس طرح زور ہی نہیں دیا جاتا جس طرح دوسری باتوں پر دیا جاتا ہے۔ مجھ سے بہت سارے طالب علم یہاں تک کہتے ہیں کہ اُن کے والدین اور سرپرست پابندی سے نماز پڑھنے پر انہیں عجیب وغریب انداز سے دیکھتے ہیں اور بسا اوقات براہ راست یا اشارۃً بہت زیادہ نماز وغیرہ پڑھنے سے منع تک کرتے ہیں۔ انہیں ایسا لگتا ہے کہ مذہبی اثرات قبول کرنے کے بعد ان کا بچہ دنیاوی ترقی نہیں کرسکتا۔ عام طور سے اس طرح کی ذہنیت رکھنے والے والدین کے بچے نفسیاتی اعتبار سے ضد اور انتہا پسندی کا شکار ہو کر مذہب کی غلط شبیہ پیش کر بیٹھتے ہیں۔ جن گھروں کا ماحول مذہبی ہوتا ہے وہاں عموماً ایسی شکایتیں نہیں ملتیں۔ سچ پوچھیے تو جو طالب علم نماز کے پابند ہوتے ہیں اُن کے اندر دوسری بہت ساری خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً وہ وقت کے پابند ہوتے ہیں۔ اصول پسند ہوتے ہیں۔ نظم وضبط کی پابندی کرتے ہیں۔ وفا شعار اور بااخلاق ہوتے ہیں۔ ان کے اندر اعتماد پایا جاتا ہے۔ البتہ اس طرح کی خصوصیات پیدا کرنے کے لیے روایتی قسم کی نماز کی عادت کافی نہیں ہے۔ ہمیں چھوٹی عمر سے ہی بچوں کو نماز اور دوسری عبادات میں پوشیدہ حکمتوں سے بھی روشناس کراتے رہنا چاہیے تاکہ وہ عبادات کی اصل روح تک پہنچ سکیں۔

یاد رکھیے! عادتیں ہی پختہ ہو کر کردار کو جنم دیتی ہیں۔ مشہور عیسائی مبلغ ڈریک پرنس (Derek Prince) کہتے ہیں:

Your character is the sum total of

your habits. Your habits are formed by repeated decisions.

(آپ کی عادتیں آپ کے کردار کا آئینہ ہوتی ہیں اور عادتیں لگاتار لیے گئے فیصلوں سے بنتی ہیں۔)

بچوں کو بچپن سے ہی جیسی عادتیں دی جائیں گی اُسی بنیاد پر ان کے کردار کی تشکیل ہوگی۔ اگر ایک طالب علم نماز کو جان بوجھ کر ترک کرتا ہے تو اس صورت میں آپ کو اس طالب علم کو ملامت نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس نظامِ تعلیم کو ملامت کرنا چاہیے جس نے اس کو اول روز سے یہ سکھایا کہ فرض ایک ایسی چیز ہے جس کو فرض جاننے کے بعد بھی چھوڑا جاسکتا ہے۔ اپنے بچوں کو اللہ تعالیٰ سے بے وفائی سکھانے کے بعد آئندہ یہ امید ہرگز نہ رکھیں کہ وہ قوم و ملت، ریاست یا کسی بھی چیز کے مخلص اور وفادار ہوں گے۔

بچوں کو نماز کی ترغیب کس طرح دی جائے:

اس کے لیے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ ہمیں خود نماز کی پابندی کرنی ہوگی۔ بچے سب سے زیادہ بالواسطہ آموزش (Indirect Learning) سے سیکھتے ہیں۔ ہم انہیں بہت کچھ خود نہیں سکھاتے ہیں، وہ ہمیں دیکھ کر خود ہی سیکھ جاتے ہیں۔ اگر ہمارے گھر کے سبھی افراد ہر طرح کی مصروفیات کے باوجود نماز میں کسی قسم کی تساہلی نہیں کریں تو یقیناً بچے بھی اس کے اثرات قبول کریں گے۔ بہت سارے گھروں خاص طور سے مدارس وغیرہ میں نماز کے لیے بے جا اور ضرورت سے زیادہ ڈانٹ پھٹکار بھی کی جاتی ہے۔ بچوں کی تربیت کے لیے کبھی کبھار تنبیہ اور سرزنش بھی ضروری ہے لیکن ہمیشہ ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے ان میں ضد پیدا ہوسکتی ہے اور بہت ممکن ہے کہ ان کا ذہن متنفر ہو جائے۔

بچوں میں نماز کی ترغیب پیدا کرنے کے لیے ہمیں انہیں نماز کی فضیلت سے متعلق قرآنی آیات اور ہلکی پھلکی احادیث مبارکہ یاد کرانی چاہئیں۔ سائنسی نقطۂ نظر سے نماز کے فوائد پر روشنی ڈالنی چاہیے۔ اس سلسلہ میں میرا ایک ذاتی تجربہ بھی بہت حد تک کارآمد ثابت ہوا ہے۔ آپ اسے بھی آزما سکتے ہیں۔ بچوں کو ایک چارٹ پیپر دیجیے جس میں پانچ سے دس روز کا پانچ کالم ہو۔ کالم کا خاکہ اس طرح کا ہوسکتا ہے:

تاریخ۔ فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء۔ دستخط (والد/ والدہ)

ان کالموں میں نماز کی کیفیت لکھی جائے گی یعنی نمازیں کس طرح ادا کی گئیں۔ مثال کے طور پر اگر بچے کی فجر کی نماز چھوٹ گئی تو اس کالم کے سامنے ''قضا'' لکھا جائے گا، ظہر کی نماز جماعت سے ادا کی تو ''باجماعت'' لکھیں گے۔۔۔ اسی طرح عصر، مغرب، عشاء سبھی نمازوں کی کیفیت لکھنے کے بعد آخر میں والد، والدہ یا گھر کا کوئی بڑا اس چارٹ پیپر کے آخری کالم میں دستخط کرے گا۔ اس طرح بچہ اچھی پرفارمنس کے لیے کوششیں کرے گا۔ اگر پانچ یا دس دنوں کے بعد اُس کی کارکردگی اچھی نظر آئے تو اُس کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔ بہتر ہوگا کہ اچھی پرفارمنس پر اسے کچھ انعام بھی دیا جائے۔

یاد رکھیے! نماز کسی بھی حال میں معاف نہیں ہے۔ اگر ہماری تساہلی اور تربیت کی کمی کی وجہ سے خدانخواستہ بچہ بددین ہوگیا تو کل بروز قیامت ہم بھی گرفت میں آئیں گے۔

❖❖❖

اہل سنت کے امتیازی اعتقادات کیا ہیں؟

مفتی شبیر احمد قادری

اہلسنت والجماعت ان عقائد کو جو ضروریات دین ہیں؛ قرآن وسنت کی قطعی الثبوت وقطعی الدلالت نصوص سے مستنبط کرتے ہیں۔ ان عقائد میں کسی مجتہد کی رائے، اجتہاد یا قیاس کو دخل نہیں کیونکہ اساسی عقائد قیاسی یا اجتہادی نہیں ہوتے بلکہ منصوص ہوتے ہیں۔ اہلسنت کے اعتقاد جو ان کو دیگر اعتقادی مذاہب سے جدا کرتے ہیں؛ درج ذیل ہیں:

1۔ عقائد اسلامیہ کے مصادر و مراجع تین ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع۔ (الفرق بین الفرق:287)

2۔ احکام شرعیہ کے مصادر و مراجع چار ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس۔ (اصول الشاشی: 50)

3۔ ماسوی اللہ عالم ہے اور عالم فانی ہے، عالم اللہ کی مخلوق ہے، اور اس عالم کا صانع اللہ ہے۔ اللہ مخلوق، مصنوع یا عالم کی کسی جنس سے نہیں ہے۔

4۔ ملائکہ اور جن و شیاطین عالمِ حیوانات کی جنس سے مستقل مخلوقات ہیں اور ان کا وجود ہے، اس کا منکر گمراہ ہے۔

5۔ آسمان اور زمین کے سات سات طبقے ہیں۔ {اَلَّذِی خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا}

6۔ عالم کا فنا ہو جانا بطریق قدرت وامکان جائز ہے۔

7۔ جنت وجہنم ابدی ہیں۔ جنت و دوزخ مخلوق ہے اور جنت کی نعمتیں اہل جنت پر ہمیشہ رہے گی، اور دوزخ کا عذاب مشرکین، منافقین وکافرین پر ہمیشہ رہے گا۔

8۔ تمام حوادث کے لے محدث (وجود میں آنا) ہونا اور صانع کا ہونا ضروری ہے، وہی اعراض کا بھی خالق ہے اور اجسام کا بھی صانع۔ وہ ازلی وابدی ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ بے نیاز ہے، نہ اس کی اولاد ہے نہ بیوی۔ اس پر فنا نہیں، اس کو صورت اور اعضاء سے متصف کرنا محال ہے۔ اللہ کو نہ کوئی مکان گھیرے ہوئے ہے اور نہ زمان۔ اللہ پر آفات، رنج وغم، آلام ولذات طاری نہیں ہوتیں۔ حرکت وسکون کا اللہ تعالی سے صدور نہیں۔ اللہ اپنی مخلوق سے کسی قسم کا نفع نہیں حاصل کرتا اور نہ مخلوق کی مدد کا محتاج ہے اور نہ اس کے دفاع میں اپنی ذات سے نقصان کے جیسے مخلوق کی مدد کا محتاج ہے۔ اللہ ایک ہی ہے نہ اس کے مثل کوئی ہے نہ اس کے برابر کوئی ہے۔

9۔ اللہ کا علم، قدرت، حیات، ارادہ، سمع، بصر، کلام، سب ازلی ہے۔ اللہ کی تمام مخلوقات پر قدرت واحدہ ہے، اللہ کو اختراع کے طریقہ پر قدرت حاصل ہے نہ کہ اکتساب کے طریقہ پر۔ اللہ کا علم واحد یعنی ایک ہے اور اس سے وہ تمام معلومات کو تفصیل سے جانتا ہے اور اللہ کو علم حسِ بدیہہ اور استدلال سے حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ سمع وبصر تمام مسموعات و

مرئیات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ وہ ازل سے اپنے نفس کو دیکھنے والا اور نفس کے کلام کا سننے والا ہے۔

10۔ آخرت میں مؤمنین اللہ تعالیٰ کو اس کی شان کے مطابق دیکھیں گے اور وجودِ حق کی زیارت کریں گے۔

11۔ اللہ کا ارادہ اس کی مشیت و اختیار سے عبارت ہے، اللہ کا ارادہ اس کی تمام مرادات میں ان سے متعلق اس کے علم کے مطابق نافذ و جاری ہوتا ہے۔ عالم میں چھوٹی بڑی کوئی بھی چیز اس وقت تک وجود میں نہیں آسکتی جب تک اللہ کا ارادہ اس کے وجود میں آلانے کا نہ ہو، اللہ جیسا چاہتا ہے ویسا ہوتا ہے اور اللہ جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ جو چاہے اس پر راضی بھی ہو اللہ کی رضا اور اللہ کا ارادہ دونوں الگ الگ ہے۔

12۔ اللہ کی حیات بلا روح اور بلا کسی غذا کے ہے اور تمام ارواح مخلوق ہیں۔

13۔ اللہ تعالیٰ کا کلام صفتِ ازلی ہے، غیر مخلوق اور غیر حادث ہے۔

14۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء و اوصاف توفیقی ہیں؛ وہی اسماء و اوصاف اللہ پر بولے جائیں جو قرآن یا احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں۔ سنت صحیحہ کے رو سے اسماء حسنیٰ ننانوے ہیں، جس نے اس کا احصاء (معنی و مطالب پر اعتقاد رکھتے ہوے اسے یاد کرلیا) کرلیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

15۔ اسماء حسنی کی تین قسمیں ہیں: (i) وہ اسماء جو اللہ کی ذات اقدس پر دلالت کریں، مثلاً: واحد، اول، آخر، جلیل وغیرہ۔ (ii) وہ اسماء جو صفات ازلیہ پر دلالت کریں، مثلاً: حی، قادر، عالم، مرید، سمیع، بصیر وغیرہ۔ (iii) وہ اسماء و صفات جو اللہ کے افعال سے مشتق ہوں، مثلاً: خالق، رازق، عادل وغیرہ۔

16۔ اللہ تعالیٰ اجسام و اعراض اور ان کے خیر و شر کا خالق ہے، وہ بندوں کے اکتساب کا بھی خالق ہے، اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی خالق نہیں ہے۔ بندہ اپنے عمل کا مکتسب ہے اور اللہ اس کے کسب کا خالق ہے۔

17۔ اللہ تعالی کی جانب سے ہدایت دو وجوہ سے ہوتی ہے: اول وہ ہدایت جو حق کے وضوح اور اس کی ابانت سے وہ اس کی جانب بلانے سے اور اس پر دلائل کے قیام سے حاصل ہوتی ہے۔ اس وجہ کی بناء پر ہدایت کی نسبت رسولوں اور اللہ عزوجل کے دین کی طرف بولانے والے ہر داعی کی جانب کی جاسکتی ہے۔ ہدایت کی دوسری صورت یہ ہے کہ بندوں کے قلوب میں براہ راست قدم زنی کی خواہش پیدا کردی جائے۔ اس نوع کی ہدایت پر اللہ تعالی کے سوا کوئی اور قادر نہیں ہے۔ اللہ تعالی کی جانب سے پہلی ہدایت تمام مکلفین کو شامل ہے اور دوسری ہدایت خواص مجتہدین کے لئے ہے۔ اس کی تحقیق کی غرض سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ اللہ تعالی جس شخص کو گمراہ کرتا ہے عدل کی بناء پر کرتا ہے اور جسے وہ ہدایت دیتا ہے اپنے فضل (مہربانی) سے دیتا ہے۔

18۔ آجال (اجل، موت، مرگ، مدت، وقت) طبعی موت یا

قتل سے مراد وہ اجل ہے جو اللہ تعالی نے اس کی زندگی کے لئے مقرر کی ہے۔ اللہ تعالی آدمی کو زندہ رکھنے اور اس کی عمر میں اضافہ کرنے پر قادر ہے۔

19۔ اگر اللہ بندوں کو کسی چیز کا مکلف نہ کرتا تو اس کا عدل ہوتا، تکلیف میں کمی زیادتی بھی اللہ کے لیے روا ہے، اللہ مخلوق کو پیدا نہ کرتا تب بھی حکیم ہوتا۔ اگر اللہ بندوں کو جنت میں پیدا کرتا تو اس کا فضل ہوتا۔ اللہ آمر، ناہی اور حاکم مطلق ہے۔

20۔ مخلوق کی جانب انبیاء ورُسل کا بھیجنا اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، نبوت ورسالت وہبی ہے کسبی نہیں۔

21۔ ہر وہ شخص جس پر اللہ کی جانب سے کسی فرشتہ کے توسط سے وحی نازل ہوتی ہے اور ایسے معجزات کے ذریعہ جو خرق عادت ہوں اللہ تعالی نے اسے تائید عطاء فرمائی ہو وہ نبی ہے۔ اور جس شخص کو یہ تمام باتیں عطاء کی گئی ہوں اور ان کے ساتھ ساتھ اسے نئی شریعت دی گئی ہو یا پہلے سے موجود شریعت کے بعض احکام کو منسوخ کرنے کا حکم دیا گیا ہو وہ رسول ہے۔

22۔ انبیاء کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر ان میں سے رسول صرف (313) ہیں۔ اول الرسل تمام انسانوں کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر مدعیٔ نبوت کی تکفیر کی جائے گی۔

23۔ نبی کے لئے ایک معجزہ لانا ضروری ہے، جو اس کے دعوی نبوت کی سچائی کی دلیل ہو۔ سو جب ایک معجزہ ظاہر ہو جائے کہ نبی کی صداقت کی دلیل ہوا اور لوگ اس جیسا معجزہ لانے سے عاجز ہوں، لوگوں پر اس نبی کی تصدیق کی حجت واجب ہو جائے گی اور اس کی اطاعت ان پر لازم ٹھہرے گی۔ اگر اس کے بعد بھی اس معجزہ کے علاوہ لوگ کسی اور معجزہ کا مطالبہ کریں اللہ عزوجل پر منحصر ہے اگر اس کی مشیت ہوئی تو اس دوسرے معجزہ سے وہ نبی کو قوی دست کرے گا اور اگر اس کا ارادہ ہوگا تو اس دوسرے معجزہ کے طلب کرنے والوں کی گرفت کرے گا اور انہیں اس جرم کی سزا دے گا کہ اس نبی کی سچائی کی جو دلیل ظاہر ہوگئی ہے اس پر وہ ایمان نہ لائے۔

24۔ اولیاء اللہ سے کرامات کا ظہور جائز ہے۔ یہ کرامات ان کے احوال کی سچائی کی دلیل ہوتی ہیں۔ صاحب معجزہ (نبی ورسول) پر معجزہ کو ظاہر کرنا اور اس سے مخالفوں سے معارضہ وتحدی کرنا ہے جبکہ صاحب کرامت (ولی) اپنی کرامت سے کسی تحدی نہیں کرتا، بلکہ اکثر اسے لوگوں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ اسی طرح صاحب المعجزہ کا انجام اور عاقبت مامون ومحفوظ ہوتی ہے، صاحب کرامت اپنے انجام کے متغیر ہو جانے سے محفوظ نہیں ہوتا۔

25۔ قرآن کریم ایک معجزہ ہے اور یہ معجزہ 'نظم قرآن' (اسلوب، انداز، ترتیب) ہے۔

26۔ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے معجزہ شق القمر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں کنکریوں کا اللہ تعالی کی پاکی بیان کرنا ہے، تھوڑے کھانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت سے لوگوں کو سیر کرنا ہے، اور اس

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات بکثرت ہیں۔

27۔ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے۔ یہ گواہی کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سلم اللہ کے آخری رسول ہیں، قیام صلوۃ، ایتائے زکوۃ، صوم رمضان اور حج بیت الحرام۔ ارکان کا سقوط وتاویل کفر ہے۔ جس کسی نے ان پانچ ارکان میں سے کسی رکن کے وجوب کو سا قط کر دیا، کسی قوم کی دوستی اور ان کی موالات کے معانی پر ان کی تاویل کی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

27۔ صلوۃ مفروضہ پانچ وقت کی ہیں۔ جس نے بھی ان میں کسی کو ساقط کیا وہ کافر ہے۔ صلاۃ جمعہ کا منعقد کرنا واجب ہے۔

28۔ اعیان میں سے سونے، چاندی، اونٹ، گائے، بیل (بھینس) اور بھیڑ، بکری میں زکوٰۃ واجب ہے، ان جانوروں کا چرنے والا ہونا ضروری ہے، اسی طرح زکوۃ غذائی اجناس میں، جن کو لوگ کاشت کرتے ہیں اور انہیں غذا کے کے طور پر استعمال کرتے ہیں واجب ہے۔ کھجور اور انگور کے پھلوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

29۔ صوم رمضان واجب ہے اور اوقات صیام میں اس کے توڑنے کو کسی عذر کے بغیر یا صغرسنی یا دیوانگی یا بیماری یا سفر یا ایسی دوسری مجبوریوں کے علاوہ حرام ہے۔ ماہِ رمضان کا اعتبار ہلال رمضان کی رؤیت سے یا ماہ شعبان کے تیس دن پورے ہوجانے پر ہوگا۔

30۔ زندگی میں ایک مرتبہ اس آدمی پر حج فرض ہے جس میں مکہ تک جانے کی استطاعت ہو۔ حج کو ساقط کرنا کفر ہے، البتہ عمرہ کا وجوب ساقط کرنے سے کفر مستلزم نہیں ہوتا کیونکہ وجوب عمرہ کے بارے میں امت میں اختلاف رائے ہے۔

31۔ صلوت کے صحیح ہونے کے لئے حسب امکان طہارت، ستر عورت، وقت مقررہ اور قبلہ کی جانب منہ کرنا شرائط ہیں۔

32۔ اعدائے اسلام کے خلاف جہاد لازم ہے۔

33۔ بیع (خرید وفروخت) جائز وحلال ہے مگر رباء (سود) حرام ہے، جو رباء کو مجملاً بھی مباح سمجھتا ہو وہ گمراہ ہے۔

34۔ شرمگاہ نکاح صحیح یا ملکِ یمین کے سوا مباح نہیں ہے۔

35۔ زنا، سرقہ، شراب خواری اور قذف (بہتان طرازی) میں حد شرعی جاری کرنا واجب ہے۔

36۔ مکلفین کے افعال کی پانچ اقسام ہیں: واجب، محظور، مسنون، مکروہ اور مباح۔ لیکن بہائم، اطفال اور مجانین (مجنون، پاگل) کے افعال کا اباحت، وجوب اور خطرے سے کوئی واسطہ نہیں اور انہیں کسی حال میں ان سے متصف نہیں کیا جاسکتا۔

37۔ مکلفین پر معرفت، قول یا فعل سے متعلق تمام وہ امور جو واجب ہوتے ہیں، وہ ان پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے واجب ہوتے ہیں اور ہر وہ امر جس کا کرنا مکلفین کے لئے ممنوع ہے، ایسا اللہ تعالی کی ممانعت کے باعث ہوتا ہے۔ اگر بندوں پر اللہ تعالی کی جانب سے امر و نہی کا حکم وارد نہ ہوتا، تو ان پر کچھ بھی واجب نہ ہوتا اور نہ ان پر کوئی چیز حرام ہی ہوتی۔

38۔ اہل سنت، سوال منکر نکیر اور عذاب قبر کو برحق قرار دیتے

ہیں۔

39۔حوض کوثر، صراط یعنی پل صراط، میزان یعنی وزن اعمال کے برپا ہونا حق ہے اور اس کا منکر گمراہ ہے۔قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم اور آپ کی امت کے علماء وصلحاء گناہگار مسلمانوں کی شفاعت کریں گے۔

40۔مسلمانوں کے نظمِ اجتماعی کا قیام اور امام کا تقرر واجب ہے،اس کی بنیاد شورایت، عدالت اور علم ہے۔

41۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق ہیں اور آپ صحابہ میں سب سے افضل ہیں۔

42۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم امام برحق ہیں اور جنگ جمل، جنگ صفین ونہروان میں آپ برسرِ صواب تھے۔ آپ کے دیگر مخالفین اجتہادی غلطی پر تھے، البتہ نہروان میں خوارج صریح غلطی و بطلان پر تھے۔

43۔تمام صحابہ عادل ہیں، ان میں سے کسی ایک کی بھی تکفیر یا فاسق و فاجر ہونے کا خیال گمراہی ہے۔صحابہ کرام میں 'عشرہ مبشرہ' یقینی طور پر جنتی ہیں۔تمام ازواج مطہرات کی موالات لازم ہے۔ اسی طرح آلِ رسول سے موالات ضروری ہے۔

44۔کسی مسلمان کا قتل صرف تین حالتوں میں جائز ہے: مرتد، شادی شدہ زانی، بے گناہ کا قاتل۔

45۔ملائکہ گناہوں سے معصوم ہیں۔

46۔احادیثِ صحیحہ کی رو سے امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر ہزار (70000) اشخاص کسی حساب کتاب کے بغیر بخش دیئے جائیں گے اور جنت میں داخل کر لئے جائیں گے۔ان میں سے ہر ایک شخص ستر ہزار (70000) اہل ایمان کی شفاعت کرے گا۔اس گروہ میں حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔

47۔بت پرست کسی خاص انسان کے پرستار، ہر حسین وجمیل چیز کے پوجاری، چاند سورج کی عبادت کرنے والے، ستاروں کی پرستش کرنے والے، ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہنے والے، شیطان کے پجاری، گاؤ ماتا کی پوجا کرنے والے، آگ کی عبادت کرنے والے؛ یہ سب کفار مشرکین ہیں۔مسلمان کے لیے ان کے ذبیحے، ان کی عورتوں سے نکاح اور عبادات وریاضات میں ان کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔

48۔اہل کتاب یہود ونصاریٰ کا ذبیحہ حلال ہے۔

49۔خواہش نفسانی کے پیروکار اسلام کی جانب اپنے انتساب کے باوجود گمراہ اور بدعقیدہ ہیں۔

50۔اہل السنت آپس میں ایک دوسرے کو کافر نہیں کہتے۔ ان کے درمیان ایسے اختلافات نہیں ہیں جن سے برات اور تکفیر لازم آتی ہو۔یہ اس جماعت سے وابستہ ہیں جو حق کے ساتھ قائم ہے اور اللہ تعالیٰ حق اور اہل حق کی حفاظت کرتا ہے۔اسی لئے یہ لوگ ایک دوسرے کو برے الفاظ سے یاد نہیں کرتے اور نہ ایک دوسرے کا توڑ کرتے ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

❖❖❖

حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے کچھ نقوشِ سیرت

میر امتیاز آفریں
رضائے مصطفیٰ فاونڈیشن (رجسٹرڈ)

اسلام میں چار خواتین کو خصوصی عظمتوں اور رفعتوں سے نوازا گیا ہے وہ ہیں: حضرت آسیہؓ، حضرت مریمؑ، حضرت خدیجہؓ اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا۔ان چار خواتین میں بھی جو خصوصی اعزاز حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنھا کو بخشا گیا وہ بیان سے باہر ہے۔آپ کی عظمتوں کو بیان کرتے ہوئے ہی ایک عربی شاعر نے لکھا ہے:

لو کان النساء لمثل ھذا
لفضلت النساء علی الرجال

یعنی اگر خواتین حضرت سیدہ فاطمہؓ جیسی ہوں، پھر تو ماننا پڑے گا کہ مردوں پر خواتین کی ہی فضیلت ہے۔

آپ کی مبارک ذات میں اللہ نے کئی غیر معمولی نسبتیں جمع فرمائیں تھیں۔آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے لاڈلی اور چہیتی بیٹی بھی ہیں، شاہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زوجہ بھی اور حسنین کریمین کی والدہ بھی۔اور آپ کو اللہ نے امت مسلمہ کی جملہ خواتین کیلئے اسوہ یعنی نمونہ کے طور پر نمایاں فرمایا۔شائد آپؓ کا سب سے بڑا اعزاز یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؓ سے فرمایا:

اے فاطمہؓ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم مسلمان عورتوں کی سردار ہو یا میری اس امت کی سب عورتوں کی سردار ہو! (رواہ البخاری، رقم:۵۹۲۸)

آپ کو فاطمہ، بتول، زھرا، طاہرہ، سیدۃ النساء العالمین کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔روایات کے مطابق فاطمہ آپ کو اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ کو مع اولاد آتش دوزخ سے دور رکھے گا۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولاد کو آگ کا عذاب نہیں دے گا۔(رواہ طبرانی فی المعجم الکبیر)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل و عیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو کر کے سفر پر روانہ ہوتے وہ سیدہ فاطمہؓ ہوتیں، اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی

حضرت فاطمہؓ ہی ہوتیں، اور یہ کہ حضور ﷺ سیدہ فاطمہؓ سے فرماتے: (فاطمہ!) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔(المستدرک للحاکم: ۴۷۴۰)

واضح رہے کہ ایک بیٹی کی یہ غیر معمولی عزت و تکریم رسول اللہ ﷺ نے اس جاہلی معاشرے میں کی جس میں قرآن حکیم کے مطابق ان کے چہرے پر اس وقت شرم و عار سے سیاہی نمودار ہو جاتی تھی جب ان کے گھر ایک بیٹی کی پیدائش ہوتی تھی۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب حضرت فاطمہ آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ پکڑ کر جبین مبارک پر بوسہ دیتے اور اپنے پاس بٹھاتے اور اسی طرح جب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ کے پاس تشریف لاتے تو وہ تعظیم کے لئے اٹھ کھڑی ہوتیں اور استقبال کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں۔ زہرہ، ذکیہ، راضیہ اور بتول حضرت سیدہؓ کے القاب سے ہیں۔ بتول آپ کو اس لئے کہتے ہیں کہ آپ علائق دنیا سے منقطع تھیں۔ حضرت سیدہ علم، عمل، روحانیت اور اخلاق میں خواتین عالم سے منقطع تھیں اور اپنی نورانیت اور پاکیزگی کی وجہ سے آپ زہرہ کہلائیں۔

جب آپ جوان ہوئیں تو اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ مرحبا و اہلاً۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے بات کی وہ خاموش رہیں۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تیرے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ ہاں گھوڑا اور زرہ ہے۔ فرمایا، گھوڑا جہاد کے لئے ضروری ہے، زرہ کو بیچو۔ انہوں نے 480 درہم کے عوض زرہ بیچی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خرید کر قیمت ادا کر کے زرہ بھی واپس کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درہم اپنے پاس رکھے۔ پھر ایک مٹھی درہم لے کر حضرت بلالؓ کو دئے اور فرمایا کہ اس سے خوشبو خرید کر لے آؤ۔ اور اہل بیت سے فرمایا کہ فاطمہؓ کا سامان تیار کرو۔ چناچہ ایک چارپائی اور بستر بنایا گیا۔ امام احمد نے روایت کیا ہے کہ ایک کملی، ایک مشک، اور ایک چمڑے کا تکیہ بھی سامان میں شامل تھا۔ چار سو مثقال چاندی مہر قرار پایا۔ آپ کا نکاح بھی روایات کے مطابق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ مقرر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خطبہ نکاح پڑھایا اور برکت کی دعا فرمائی۔ المعجم الکبیر کی ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ سے آپ کے نکاح کا حکم خود باری تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دیا۔

آپ کی نسل مبارک کے حق میں حضور ﷺ نے بہت بار دعائے برکت فرمائی اور آپ کی ذریّت کو اپنی ذریّت قرار دیا۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میرے

نسب اور رشتہ کے سوا قیامت کے دن ہر نسب اور رشتہ منقطع ہو جائے گا۔(المستدرک للحاکم: ۴۶۸۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جب پوچھا گیا کہ انہیں کیسی شریکِ حیات ملی ہیں تو آپ نے فرمایا العون علی العبادۃ یعنی عبادتِ باری تعالیٰ میں بہت زیادہ معاون۔ حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: عورت کے لئے کون سی شے بہتر ہے؟ اس پر صحابہ خاموش رہے۔ جب میں گھر لوٹا تو میں نے سیدہ فاطمہؓ سے پوچھا: بتاؤ! عورت کے لئے کون سی شے بہتر ہے؟ سیدہ فاطمہؓ نے جواب دیا: عورت کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ اسے غیر مرد نہ دیکھے۔ میں نے اس چیز کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک! فاطمہ میری جان کا حصہ ہے۔ (مسند بزار:۵۲۶)

ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا: فاطمہؓ میری جان کا حصہ ہے، پس جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا" (بخاری:۳۵۱۰)

حضرت فاطمہؓ نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی محبوب لخط جگر تھیں بلکہ راز دار بھی چونکہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں:

ہم نبی ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کی خدمت میں حاضر تھیں، فاطمہ آئیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئیں ، جب آپ صلی ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا: ’’ پیاری بیٹی ! خوش آمدید۔‘‘ پھر آپ نے انہیں بٹھا لیا، پھر ان سے سرگوشی فرمائی تو وہ بہت زیادہ رونے لگیں، جب آپ نے ان کا غم دیکھا تو آپ نے دوسری مرتبہ ان سے سرگوشی فرمائی وہ ہنس دیں، چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تو میں نے فاطمہؓ سے پوچھا: آپ ﷺ نے تمہارے ساتھ کیا سرگوشی فرمائی؟ انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو افشاں نہیں کروں گی، جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو میں نے کہا: میرا آپ پر جو حق ہے اس حوالے سے میں آپ کو قسم دے کر پوچھتی ہوں کیا آپ مجھے نہیں بتائیں گی؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! اب ٹھیک ہے، جہاں تک اس پہلی سرگوشی کا تعلق ہے تو آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ’’ جبریل ہر سال مجھ سے ایک مرتبہ قرآن کا دورہ کیا کرتے تھے جبکہ اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ وقت پورا ہو چکا ہے، تم اللہ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا، اور میں تمہارے لیے بہترین کارواں ہوں۔‘‘ لیکن جب آپ نے میری گھبراہٹ دیکھی تو آپ ﷺ نے دوسری مرتبہ سرگوشی کی اور فرمایا:’’ فاطمہ! کیا تم اس پر خوش نہیں کہ تم اہل جنت کی خواتین یا مومنوں کی خواتین کی سردار ہوں گی ؟‘‘ ایک دوسری روایت میں ہے : آپ ﷺ نے مجھ سے سرگوشی کی تو مجھے بتایا کہ اسی تکلیف میں ان کی روح قبض کی جائے گی تو اس پر میں رو پڑی، پھر آپ ﷺ نے مجھ سے سرگوشی کی تو مجھے بتایا کہ

آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کے پیچھے آؤں گی ، تو اس پر میں ہنس پڑی۔ (بخاری،مسلم،مشکوٰۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ اپنی تمام صاحب زادیوں سے زیادہ عزیز تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے ہی آپ کو بشارت دی تھی کہ میری وفات کے بعد سب سے پہلے مجھ سے تم ملوگی۔اس خوشخبری سے آپ کو مسرت ہوئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انتقال کی خبر سن کر ان کو جو صدمہ ہوا تھا، اس کی بہت کچھ تلافی ہوگئی۔چناچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تھوڑے ہی عرصے بعد حضرت فاطمہ نے بھی انتقال فرمایا۔آپ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر تھیں۔امام ذہبی حب رسول میں آپ کے کچھ اشعار اس طرح نقل کرتے ہیں:

ماذا علی من شم تربته احمدا۔
الا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب کو انھا
صبت علی الایام عدن لیا لیا

یعنی جس نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی خوشبو سونگھ لی اگر وہ عمر بھر کوئی خوشبو نہ سونگھے تو اسے کوئی پرواہ نہیں۔مجھ پر غموں کے اتنے پہاڑ ٹوٹے کہ اگر وہ دنوں پر ٹوٹتے تو وہ بھی رات میں تبدیل ہو جاتے۔حضرت فاطمہ کی وفات 3 رمضان المبارک 11 ہجری میں واقع ہوئی اور آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

پیغمبر اسلام کی لخت جگر ہونے کے باوجود آپ کے پاس کوئی خادمہ نہ تھیں، اس لئے گھر کا کام مثلاً پانی لانا اور دانے پیسنا وغیرہ آپ خود کیا کرتی تھیں حتیٰ کہ آپ انتہائی تھک جاتی تھیں اور کام کے آثار آپ کے ہاتھوں اور کاندھوں پر پڑتے۔آپ کے شوہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم یہ سب کچھ دیکھ کر رنجیدہ ہوتے ، لیکن کچھ نہ کر سکتے تھے، اسی طرح وقت گزرتا رہا، لیکن حضرت فاطمہ کی زبان پر کبھی حرف شکایت نہ آیا، کیونکہ جس طرح وہ نشست و برخاست اور چال ڈھال میں اپنے والد محترم جیسی تھیں اسی طرح اپنے والد محترم والے اخلاق کی بھی حامل تھیں۔

اگر آپ کے نقوش سیرت کو دیکھیں تو بچپن سے ہی آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رہنے کا موقع عنایت ہوا۔بچپن میں ہی آپ کی والدہ کا انتقال ہوا اور آپ پر جیسے مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔روایات میں درج ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کی تدفین سے لوٹے تو سیدہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: 'میری امی کہاں ہیں؟' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ' آپ کی امی اللہ کے پاس چلی گئیں۔'

ابن اسحاق اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ کافروں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر کیچڑ ڈال دیا تو آپ ان کے سر مبارک کو دھوتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: بیٹی صبر کرو، اللہ جلد ہمیں

ان سے مامون کرے گا۔آپ نے دین کے رستے میں آنے والے مصائب پر بے مثال صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔آپ نے اپنے والد کے ساتھ نہ صرف ہر دکھ برداشت کیا بلکہ شعب ابی طالب کے سماجی بائیکاٹ میں بھی تین سال تک صعوبتیں برداشت کرتی رہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

'میں نے فاطمہ سے زیادہ معمولات زندگی میں کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہیں پایا'۔

آپ زیب وزینت سے پرہیز کرتی تھیں اور آپ کی شخصیت پر حیا، پاکدامنی، تقوی اور طہارت کا غلبہ تھا۔ آپ کی پاک سیرت مسلم خواتین کیلئے اسوہ کاملہ کا درجہ رکھتی ہے۔آپ کی زندگی کا مقصد ہی رضائے الٰہی کا حصول تھا اور دینی اقدار پر تعامل آپ کا وطیرہ رہا۔علامہ اقبالؒ نے خوب فرمایا ہے:

مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادراں اسوہ کامل بتول

یعنی تسلیم ورضا کی کھیتی کا حاصل حضرت بتولؓ ہیں اور امت کی ماؤں کے لئے کامل نمونہ آپ ہی کی مبارک ذات ہے۔

آں ادب پروردہ صبر ورضا
آسیا گردان ولب قرآن سرا

آپ صبر و رضا کے آداب سے آراستہ تھیں، ہاتھ سے چکی پیستی تھیں اور لب پر قرآن کی تلاوت جاری ہوتی تھی۔آپ کی نظر میں گھر جہادِ زندگانی میں عورت کا مورچہ ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کے مطابق گھریلو تقسیم کار کا نظام آپ ہی کی بدولت امت کو ملا ہے کیونکہ حضرت علیؓ باہر کے کام انجام دیتے تھے اور آپ گھر کا اندرونی نظام سنبھالتی تھیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ راہ خدا میں سب کچھ نچھاور کرنے کا جذبہ رکھتی تھیں۔خود فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتی تھیں مگر دوسروں کو خوب کھلاتی پلاتی تھیں۔ایک بار ایک شامی خاتون نے دربار رسول ﷺ میں حاضر ہوکر کچھ تحائف حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ کی خدمت میں پیش کئے، آپ نے لے کر فوراً غرباء، فقراء اور مساکین میں تقسیم فرما دئے۔آپ غیبت اور تعصب سے پاک وصاف تھیں اور اخلاقِ حسنہ آپ کی شخصیت کا جزوِلاینفک تھے۔حضرت سیدہؓ کی ذات ہر دور کی خواتین کیلئے مشعل راہ ہے اور اس سے مستفید ہونا ہر دور کی ضرورت ہے۔آج جبکہ ماڈرن عورت مغربی طرز زندگی کی دلدادہ ہے اور وہ اسلامی اقدار کو پاؤں کی زنجیر سمجھتی ہے اور یوں فحاشی، عریانی اور نفسانیت وشہوانیت کی منڈی کی رونق بنتی جارہی ہے ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ اسوہ زہراء کو اپنا کر دین ودنیا کی کامیابیاں حاصل کرنے کا پروانہ حاصل کرے کیونکہ:

کر بلبلو طاوس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے، طاوس فقط رنگ

❖❖❖

عیدالفطر: غریبوں سے ہمدردی کا عالمی دن

ڈاکٹر تنویر حیات

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ عید کا دن رمضان المبارک میں روزے رکھنے اور دیگر عبارات کی توفیق ملنے پر شکرانے کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رحمتوں اور برکتوں کا یہ مہینہ زندگی میں ایک بار پھر نصیب فرمایا ہے اور تھوڑی بہت عبادات کی توفیق بھی دی ہے جس پر ہم عید کا دن منا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ٹوٹی پھوٹی عبادات کو قبول فرمائیں اور صحت و عافیت اور توفیق عمل کے ساتھ زندگی میں ایسے رمضان اور عیدیں بار بار عطاء فرمائیں، آمین یارب العالمین۔

دین اسلام دین کامل و اکمل ہے۔ ہمارا دین ہمیں ماں کی گود سے لے کر گور تک زندگی کے ہر مرحلہ کے لئے کافی و شافی ہدایات سے نوازتا ہے۔ اسی طرح دین اسلام نے اسلامی، روحانی اور معاشرتی تہوار کے منانے کے انداز اور طور طریقے کے علاوہ اس کے حدود و قیود (Limitations) بیان فرمادی ہیں۔

لفظ ''عید'' کا معنی و مفہوم

''عید'' کا لفظ ''عود'' سے مشتق ہے، جس کا معنی ''لوٹنا'' اور ''خوشی'' کے ہیں کیونکہ یہ دن مسلمانوں پر بار بار لوٹ کر آتا ہے اور ہر مرتبہ خوشیاں ہی خوشیاں دے جاتا ہے، اس لئے اس دن کو ''عید'' کہتے ہیں۔

عید کا معنی و مفہوم بیان کرتے ہوئے حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 502ھ) رقمطراز ہیں: ''عید'' لغت کے اعتبار سے اس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے اور اصطلاح شریعت میں ''عیدالفطر'' اور ''عیدالاضحیٰ'' کو عید کہتے ہیں اور یہ دن شریعت میں خوشی منانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ (المفردات، ص352)

عید اور خوشی کا یہ دن مسلمانوں کا عظیم اور مقدس مذہبی اور معاشرتی تہوار ہے جو ہر سال یکم شوال المکرم کو انتہائی عقیدت و احترام، جوش و جذبے اور ذوق و شوق سے منایا جاتا ہے۔

''عیدالفطر'' کی وجہ تسمیہ

یکم شوال المکرم کو عیدالفطر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ افطار اور فطر ہم معنی ہیں۔ جس طرح ہر روزہ کا افطار غروب آفتاب کے بعد کیا جاتا ہے اسی طرح رمضان المبارک کے پورے مہینے کا افطار اسی عید سعید کے روز ہوتا ہے۔ اس لئے اس یوم مبارک کو عیدالفطر کہتے ہیں۔

''عید'' انبیاء ماسبق (علیہم السلام) کی مستقل

روایت

اگر تاریخ امم سابقہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشّمس ہوتی ہے کہ اسلام سے قبل ہر قوم اور ہر مذہب میں عید منانے کا تصور موجود تھا۔ ان میں سے بعض کا ذکر یوں ملتا ہے:

ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ کو جس دن اللہ رب العزت نے قبول فرمایا۔ بعد میں آنے والے اس دن عید منایا کرتے تھے۔

جدالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی امت اس دن عید مناتی تھی جس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ سے نجات ملی تھی۔

اسی طرح حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی امت اس دن عید مناتی تھی جس دن انہیں فرعون کے ظلم و ستم سے نجات ملی تھی۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی امت اس روز عید مناتی تھی جس روز آسمان سے اُن کے لئے مائدہ نازل ہوا تھا۔

الغرض عید کا تصور ہر قوم، ملت اور مذہب میں ہر دور میں موجود رہا ہے لیکن عید سعید کا جتنا عمدہ اور پاکیزہ تصور ہمارے دین اسلام میں موجود ہے ایسا کسی اور دین میں نہیں۔

شبِ عید کی فضیلت

احادیث نبوی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یکم شوال کی شب (شبِ عید) جسے عرفِ عام میں چاند رات کہا جاتا ہے، اس کی بہت زیادہ فضیلت اور عظمت بیان ہوئی ہے۔

عیدالفطر درحقیقت یوم الجائزہ اور یوم الانعام ہے کیونکہ اس دن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو انعام و اکرام، اجروثواب اور مغفرت وبخشش کا مژدہ سناتا ہے۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب عیدالفطر کی رات آتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (یعنی انعام واکرام کی رات) لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتا ہے، وہ زمین پر آکر تمام گلیوں اور راستوں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ایسی آواز سے (جسے جنات اور انسانوں کے علاوہ ہر مخلوق سنتی ہے) پکارتے ہیں: اے امت محمد (صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اُس رب کریم کی بارگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معارف فرمانے والا ہے''۔(الترغیب والترہیب)

ایک اور روایت میں ہے:

''جس نے عید کی رات طلب ثواب کے لئے قیام کیا، اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن باقی لوگوں کے دل مرجائیں گے''۔(سنن ابن ماجہ)

عید کس طرح منائیں؟

احادیث مبارکہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین نے سب کچھ بیان فرمادیا ہے۔ ذیل میں اس سلسلہ میں چندروایات حوالۂ قرطاس کی جاتی ہیں:

نمازعید سے پہلے غسل کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عیدالفطر کے روز عیدگاہ میں جانے سے پہلے غسل کیا کرتے۔(موطا امام مالک)

عیدالفطر میں نمازعید سے پہلے کچھ کھا پی لینا

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالفطر کے دن کھائے پئے بغیر عیدگاہ کی طرف تشریف نہ لے جاتے اور عیدالاضحیٰ میں نماز سے پہلے کچھ تناول نہ فرماتے۔(جامع ترمذی)

صبح عیدالفطر میٹھی چیز کھانا بھی سنت ہے اور تقریبِ سعید سے اس میں مسرت وانبساط کا عنصر ملتا ہے کیونکہ شیرینی اور شیریں چیز کا اول اول یا اس دن استعمال مسرت کی علامتِ ثقافی بھی ہے۔ آغازِ دن کے وقت استعمال میں مسرت سے افتتاح اور آغاز کی حکمت پائی جاتی ہے۔ روزہ رکھنے کے اشتباہ سے بچنے کا خیال نسبتاً نہیں پایا جاتا ورنہ کچھ بھی کھا لینے کا حکم و معمول ہوتا۔ شیریں چیز، کھجور وغیرہ سے آغاز میں جو مسرت وخوشی پائی جاتی ہے وہ اہلِ ذوق پر آشکارا ہے۔

عید کی نماز کے لئے پیدل چلنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نمازعید کے لئے پیدل چلنا اور نماز سے پہلے کچھ کھالینا سنت ہے۔

(جامع ترمذی)

عیدگاہ کی طرف آتے جاتے راستہ بدلنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدگاہ کی طرف ایک راستہ سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس تشریف لاتے تھے۔(جامع ترمذی)

نمازعید کے لئے عورتوں کا جانا

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے کنواری، بالغہ، دوشیزہ اور حیض والی عورتیں عید کے دن (عیدگاہ کی طرف) نکلتی تھیں چنانچہ حائضہ عورتیں عیدگاہ سے علیحدہ رہتیں اور صرف دعا میں شریک ہوتیں۔ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی دوسری بہن اسے ایک چادر اور ہار دیدے۔(جامع ترمذی)

عید کی نماز خطبہ سے پہلے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ عیدالفطر کی نماز پڑھی ہے۔ یہ سب حضرات خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے اور بعد میں خطبہ دیتے تھے۔(صحیح مسلم/صحیح بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیدالفطر کی نماز پڑھی۔ پہلے آپ نے نماز پڑھی بعد میں خطبہ دیا۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوگئے تو نیچے اترے اور عورتوں کی طرف آئے پھر انہیں نصیحت فرمائی۔ آپ اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا رکھا تھا جس میں عورتیں صدقہ ڈال رہی تھیں۔(صحیح البخاری/ صحیح مسلم)

عید کے دن مُباح کھیل کھیلنا جائز ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے بُعاث کی جنگ کے موقع پر کہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ گانے والیاں نہیں ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں شیطانی باجے؟ اور یہ عید کا دن تھا۔ آخر رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج یہ ہماری عید ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کچھ لوگ نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حراب (چھوٹے نیزے) کا کھیل دکھلا رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے اور کنکریاں اٹھا کر انہیں ان سے مارا۔ لیکن آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر! انہیں کھیل دکھانے دو۔(صحیح بخاری/صحیح مسلم)

نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا

اس سلسلہ میں حضور نبی رحمت صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

روزوں کی عبادت اُس وقت تک زمین و آسمان کے درمیان **معلق** (بارگاہ خداوندی میں غیر مقبول) رہتی ہے جب تک کہ صاحب نصاب مسلمان صدقہ فطر ادا نہیں کرلیتا۔(صحیح مسلم/ جامع ترمذی)

صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کر دینا چاہئے کہ یہی سنت ہے لیکن اگر نماز عید سے پہلے ادا نہیں کر سکا تو عمر بھر اس کی ادائیگی کا وقت ہے، جب بھی ادا کرے گا، واجب ساقط ہوجائے گا لیکن بہتر یہ ہے کہ صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ہی ادا کردے۔

صدقہ فطر کے فقہی مسائل

عید کے دن صبح صادق ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہوجاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص صبح صادق ہونے سے پہلے مرگیا تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں۔

صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد، مالکِ نصاب پر، جس کا نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو، واجب ہے۔ حاجت اصلیہ سے مراد ہے کہ جس کی انسان کو زندگی گزارنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔

صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے عاقل، بالغ اور ملکیت کا ہونا شرط نہیں۔

جس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اس کو صدقہ فطر دینا بھی

جائز ہے۔

مرد مالک نصاب پر اپنی اور اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے۔ اگر بچہ بالغ اور صاحب نصاب ہو تو اس کا صدقہ فطر اسی کے مال سے ادا کیا جائے گا۔

مجنوں بچہ اگرچہ بالغ ہو مگر غنی نہ ہو تو اس کا صدقہ بھی اس کے باپ پر واجب ہے۔

باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے یعنی وہ اپنے یتیم پوتے، پوتی کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے گا۔

ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں۔

صدقہ فطر کی مقدار

صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے گندم یا اس کا آٹا یا ستو آدھا صاع، منقّٰی یا جو یا اس کا آٹا یا ستو ایک صاع۔ موجودہ دور کے مطابق ایک صاع سوا دو سیر گندم یعنی دو کلو پینتالیس گرام گندم کا ہے۔ (قانون شریعت، ص234)

ہم نے رمضان المبارک سے کیا سیکھا؟

☆ ہم میں سے بہت سوں نے رمضان میں قرآنِ حکیم پڑھا، قیام اللیل کیا (تراویح پڑھیں یا تہجد ادا کی) پانچ وقت نماز مسجد میں ادا کی......لیکن اگر ہم اس معمول کو اگلے گیارہ ماہ میں جاری نہیں رکھتے تو ہم نے رمضان سے کچھ نہیں سیکھا!

☆ رمضان کے روزوں نے ہمیں برداشت کرنا اور صبر کرنا سکھایا......لیکن اب بھی اگر ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر دوسروں سے لڑ پڑتے ہیں۔ اگر ہم ٹریفک کے اشارے پر نہیں رکتے اور اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ہم نے رمضان سے کچھ نہیں سیکھا!

☆ رمضان نے ہمیں بھوک کنٹرول کرنا سکھایا......لیکن اگر ہمارا رمضان کا کچن کا بجٹ سابقہ مہینوں سے بڑھ گیا یا ہم نے افطاریاں کھا کھا کر اپنا وزن بڑھا لیا تو یقین کریں ہم نے رمضان سے کچھ نہیں سیکھا!

☆ رمضان نے ہمیں پاکیزگیٔ فکر و نظر سکھائی......لیکن اب بھی اگر ہم نیٹ پر عریاں، سائنس یا ٹی وی پر گندے پروگرام دیکھتے ہیں یا صنف مخالف کو گھورنے کی ہماری عادت نہیں گئی تو ہم نے رمضان سے کچھ نہیں سیکھا!

☆ اگر اب بھی ہم گھر کا کوڑا کرکٹ گلی میں پھینکتے ہیں یا گلی کا گٹر بند ہو جائے تو خود اسے کھولنے یا کھلوانے کی کوشش کرنے کی بجائے انتظار میں رہتے ہیں کہ کوئی دوسرا یہ کام کرے تو یقین رکھیے ہم نے رمضان سے کچھ نہیں سیکھا!

❖❖❖

خیرکم من تعلم القرآن و علمہٗ

چند لمحے خود سے ہمدردی کر کے اپنی نفسیاتی معالجہ بنیں

صائمہ رشید
(اسسٹنٹ پروفیسر سائیکالوجی)

قارئین کرام! اس تحریر کو توجہ اور اس یقین کے ساتھ پڑھیں کہ علم نفسیات کوئی نیا انوکھا عجوبہ نہیں اور نہ ہی یہ مغرب کی پیداوار ہے بلکہ تخلیق آدم اور نفس انسانی کا ہمیشہ تذکرہ رہا ہے۔ نفس امارہ، نفس لوامہ، نفس مطمئنہ ہر مسلمان ان اصطلاحات سے بخوبی واقف ہے بلکہ وہ قارئین جن کا خیال ہے کہ علم نفسیات سے تعلق رکھنے والا خود پاگل ہے خدارا اس عقیدے کی اصلاح کر لیں کیونکہ قرآن پاک انسانی نفسیات بیان کرتا ہے دین اسلام قرآن کی رو سے ہمیں ضابطہ حیات، حقوق وفرائض جسمانی وروحانی امراض ان کا علاج اور احتیاطی تدابیر کی وضاحت کرتا ہے۔

آج کے اس مشینی دور میں جہاں ایجادات سہولیات کی بھرمار ہے وہاں انسان خصوصاً خواتین کے نفسیاتی مسائل میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ نفسیاتی مسائل کے حوالے سے خاص بات یہ ہے کہ پیدائش سے موت تک عمر کے ہر درجے میں خواتین کے مختلف قسم کے نفسیاتی مسائل جنم لیتے ہیں جو ذہنی الجھنوں اور عدم اعتماد کا باعث بنتے ہیں لیکن اس تحریر کے مطالعہ کے بعد آپ میں سے ہر بہن اپنے تمام مسائل کا خود بہترین حل دریافت کر کے خود اپنی نفسیاتی معالج بن سکتی ہے کچھ دیر کے لیے اپنی ذات کے بارے میں سوچیں تھوڑی سی محنت کریں آپ اپنے وجود کی خوبیوں اور خامیوں کی لسٹ بنا لیں ناکامیوں کے اسباب سامنے رکھیں آپ کو جواب مل جائے گا۔ اگر آپ راسخ العقیدہ مسلمان ہیں تو آپ جانتی ہیں کہ آپ کی زندگی کا مسئلہ یا محرومی فطری ہے تو پھر جب آپ کا اختیار نہیں تو پریشانی کس بات کی؟ اور اگر مسئلہ کا حل موجود ہے تو اسے حل کرنے کا صحیح راستہ اختیار کریں پھر پریشانی کس بات کی ہے؟ بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ ہماری تقدیر اور انسانی اختیارات ووسائل کی اپنی اپنی الگ حیثیت ہے۔

خواتین کے مسائل:

یقیناً تمام بہنیں میری رائے سے اتفاق کریں گی کہ خواتین کے مسائل کم وبیش یہ مسائل ہیں جوان کی زندگی کی رعنائیوں کو ختم کر دیتے ہیں پھر خواتین خود کو بوجھ سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ ذیل میں چند مسائل بیان کئے جا رہے ہیں:

بیٹی کی ولادت پر امتیاز برتا جاتا ہے جس سے بچی عدم اعتماد کا شکار ہو کر کھوکھلی شخصیت کی مالک بنتی ہے۔

معاشرتی طبقے لڑکیوں کی تعلیم اور دیگر معاملات میں پابندیاں لگاتے ہیں۔

خوبصورت اور پرکشش نظر آنا ہر خاتون کی پہلی ترجیح ہے۔ یہ بات بھی بعض اوقات اسے ڈپریشن کا شکار کر دیتی ہے۔

ذہنی تشویش ڈپریشن اعصابی تناؤ جسمانی امراض کی بھرمار، گھریلو ذمہ داریاں، ہر رشتے کی توقعات کو پورا کرنے کی فکر، احساس تنہائی اور اپنی ذات کے متعلق منفی سوچ ہونا بطور سزا خودکشی کرنا، صنف نازک خودفریبی میں اپنی صلاحیتوں کو منوانے کی خاطر کون سے حربے استعمال کرے۔

عدم تحفظ کا شکار عورت شوہر اور خصوصاً بیٹے کے زیر کفالت ہونے کے باوجود پریشان، ولادت کے مراحل اور اولاد کی پرورش میں پریشانیاں۔

دوسروں کی نقطہ چینی پر ذاتی خواہشات دفن کر دینا۔

معاشی عدم تحفظ کا شکار زندگی سے اکتاہٹ محسوس کرنا فلاحی کاموں سے دور، دوسروں سے انتقامی کاروائی مکمل نہ ہونے تک دکھی رہنا۔

اپنی ذات کے لیے فرصت کے لمحے اور خوشیوں کا انتظار کرنا۔

پریشانی کا خاتمہ:

ذرا سی ہمت اور سوچ میں مثبت تبدیلی پلک جھپکنے میں خواتین کی زندگی کو رنگوں اور خوشیوں سے بھر سکتی ہے اگر باہمت بہنیں ارادہ کر لیں اور اپنے نقطہ نظر کی اصلاح کے ساتھ اپنے Belief system یعنی اعتقادات میں کچھ تبدیلی قبول کر کے اپنے دماغ کو وہ پیغام دیں جس سے ان کی زندگی میں انقلاب آ جائے کیونکہ صحت کے لیے عضویاتی عوامل کے ساتھ نفسیاتی عوامل کا بھی دخل ہے مثلاً خواتین کا خیال ہے کہ ڈاکٹر، حکیم یا پیر صاحب کے پاس جا کر اس کا دکھ دور ہو سکتا ہے۔ معالج سے ملنے والا یہ Placebo effect اثر بہلا وا ایسے طریقے سے پیش کیا جاتا ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں مثلاً اگر حکیم یہ کہہ دے کہ اس دوائی سے دو دن میں مرض کا یقینی خاتمہ ہوگا تو وہ خاتون اپنی سوچ اور اعتقاد کی وجہ سے دو دن میں ضرور صحت یاب ہوگی کیونکہ صحت یاب ہونے میں نفسیاتی عوامل حوصلہ دینا، خوش اخلاقی سے پیش آنا، توجہ دینا، اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

اسی طرح حسین نظر آنے کے لیے Fitness کو برقرار رکھنے کے لیے جوتگ و دو کی جاتی ہے بھوکے رہنا، جم جانا اور طرح طرح کے لاکھ جتن مگر یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی کوئی کریم رنگ گورا نہیں کرتی جبکہ ہاضمہ ٹھیک کام نہ کرے صحت بخش خوراک معدے میں داخل ہو اور دوسری بڑی حقیقت کہ دنیا کا کوئی شیمپو بال لمبے نہیں کرتا جب تک اچھی خوراک آپ کے جسم کا حصہ نہ بنے۔ پھر حلال رزق کو خود پر حرام کر کے ڈائٹنگ کا نام دے کر خود

کو سزا نہ دیں۔ اعتدال سے سب نعمتیں استعمال کریں۔ اوٹ پٹانگ فیشن بے پردگی کبھی معاشرے میں آپ کو مقام نہیں دیں گے آپ کی شناخت آپ کا کردار، سیرت، آپ کی صلاحیتیں آپ کو بلند مقام پر لے جائیں گی۔

بد قسمتی سے مذہبی اور اخلاقی تعلیم کو نظر انداز کرنے پر ہم میں حسد، تکبر، بہتان تراشی، دوسروں کی ٹوہ، شک، وہم، جھوٹ، انا کا مسئلہ، دوسروں سے انتقام، کردار کشی، جیسی اخلاقی معاشرتی بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ قرآن کی تعلیمات کو نظر انداز کیا تو حسد دل کے امراض اور شوگر پیدا کرنے لگا۔ تکبر سے مایا لگے اکڑے کپڑے اونچی ہیل اعصابی تناؤ اور کمر درد کا باعث بننے لگی۔ دوسروں سے خوشیاں چھین کر کوئی بہن خوش نہیں رہ سکتی۔ اپنی سوچ بدل لیں دوسروں کو آسانیاں اور خوشیاں بانٹیں آپ کی زندگی گل وگلزار بن جائے گی۔ آپ مستقل روحانی خوشی محسوس کریں گی۔

خالق نے تخلیق کے بعد عورت کو صنف نازک کہا مگر یہ کیا ہوا عورتیں برابری کے چکر میں خود ہی اپنے آپ پر بوجھ لادنے لگیں۔ بہنو! گھر کی ملکہ بن کر بچوں کی تربیت کرنا، گھر کے انتظامی امور، صفائی، برتن، کپڑے، مہمان نوازی، تیمارداری، یہاں کسی کے شوہر نے برابر ساتھ نہیں دیا تو پھر بلاوجہ ملازمت اور گھریلو ذمہ داریاں جمع کر کے اپنی پریشانیوں میں اضافہ کرنے کا کیا فائدہ۔

عزیز بہنو! اس حقیقت کو تسلیم کرلو کہ فطرت نے ہر انسان کو اس کے الگ پرچے کے ساتھ اس دنیا کے فرائض سونپے ہیں۔ آپ اپنی زندگی کی بجائے دوسروں کی زندگی کو اچھا سمجھ کر ویسا بننے کے چکر میں تباہی سے بچیں مثلاً اگر ثنا کے پاس دولت اور خوبصورت شوہر ہے تو وہ بے اولاد بھی ہے۔ اگر حنا کے پاس شوہر اور بیٹے ہیں تو مالی تنگی بھی ہے۔ اگر ہما کے پاس شوہر اولاد اور دولت ہے مگر وہ کینسر کی مریضہ ہے صحت نہیں ہے۔ خوشحال وہی رہے گی جو ہر حال میں مطمئن اور اللہ کی شکرگزار رہے گی۔ دوسرے کے پرچے کی نقل کرنے سے نہ کامیابی ملتی ہے نہ ہی خوشی۔

تقدیر پر ایمان ایک بہت بڑی نعمت ہے دلی آسودگی یہاں سے ملتی ہے جو آپ کا نصیب ہے وہ آپ کو مل کر رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت آپ سے وہ چھین نہیں سکتی۔ مثلاً صحت زندگی اور جو محرومی ہے وہ پوری دنیا بھی زور لگالے وہ آپ کو دے نہیں سکتی مثلاً بینائی، گردے ناکارہ ہونا کسی عضو کا کٹ جانا۔ اسی طرح اسلام نے زندگی کی ہر الجھن کا حل بھی بیان کیا ہے۔ بیٹی بیوی ماں کی حیثیت سے جائیداد کی وراثت متعین کر دی ہے اب اگر شوہر ماں بہن پر بھی خرچ کرتا ہے تو جھگڑا کس بات کا۔ بیوی کا 1/8 حصہ شوہر کی کمائی سے اس کو تو مل رہا ہے وہ باقی حصے ہضم کرنے کے چکر میں اپنے حصے کو بھی انجوائے نہیں کر پاتی۔ ہر عورت یہ کیوں چاہتی ہے کہ اس کا شوہر اس سے محبت کرے دلجوئی کرے ہر

فرمائش پوری کرے مگر اسی عورت کا بھائی اپنی بیوی پر نہ خرچ کرے نہ اسے وقت دے۔ ایک مرد ایک وقت میں دونوں رول کیسے ادا کرے۔ نتیجہ نہ بیوی خوش نہ بہن نہ ماں ورنہ ہمارے معاشرتی نظام میں ایک مرد کفالت کرتا ہے ایک خاندان کی۔ جہاں بیٹی، بیوی، بہن، ماں اور اولاد کے ساتھ دیگر رشتوں کو نبھانے اور احترام کرنے کا نظام رائج ہے پھر مرد کی بھی اپنی ذات دوست وغیرہ ہیں۔

مثبت طرزِ فکر:

صرف ایک سوچ کی تبدیلی سے ایک حصہ منتخب کر کے زندگی گذار سکتی ہیں:

(منفی سوچ) You can be strongly mental

(مثبت سوچ) You can be mentaly strong

(منفی سوچ) You can break your self

(مثبت سوچ) You can make your self

(منفی سوچ) You can have hopless end

(مثبت سوچ) You can have endless hope

یہ سلسلہ آپ کے مسائل حل کے ساتھ جاری رہے گا۔ خوشیاں ایک قدم دور آپ کی منتظر ہیں۔ صرف نئی سوچ کے ساتھ پہلا قدم مشکل ہے۔ حقائق کو خندہ پیشانی سے قبول کرلیں۔ تمام قسم کے مسائل کا حل ہمارے خوبصورت دین اسلام میں ہے۔ مذہب سے دوری ذہنی اور جسمانی صحت کے بگاڑ کا باعث ہے۔ اگر آج کے مشینی دور میں غور کریں ہر مشین کے ساتھ ایک انجینئر اور کتابچہ ملتا ہے جو اس مشین کا صحیح استعمال اور استفادے کا بہترین طریقہ بتاتا ہے، بدقسمتی سے ہم مسلمان فراموش کر بیٹھے کہ انسانوں کے خالق نے ہمیں نہ صرف پیدا کیا بلکہ ہمارے لیے نبی ﷺ اور قرآن بطور انجینئر اور کتابچہ بھیجا۔ ہم نبی ﷺ اور قرآن کے احکام کے مطابق الٹ چل رہے ہیں تو ہمارا جسم اور ذہن بیمار رہنے لگا ہے۔

جو غم ماضی کا حصہ ہے وہ اب دوبارہ نہیں ہونے والا۔ اس لیے اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کر کے نئی زندگی کا آغاز کریں۔ آج کے دن کی ناکامی محرومی کو آج ہی دفن کر کے اگلی صبح نئے جذبے، نئی سوچ، اور قوت ارادی سے مشن پر ڈٹ کر کامیاب زندگی کا آغاز کریں۔ آپ کی اکتاہٹ اس لیے ہے کہ آپ رفاہی کاموں میں دلچسپی نہیں لیتے۔ اپنے عزیزوں کی فہرست بنا کر ان کے مسائل کی لسٹ بنائیں۔ آپ کی ہمدردی کے چند بول ان کی زندگی میں رنگ بھر دیں گے۔ اسی طرح آپ کے ذہن میں روشن خیال آئیں گے۔

خواتین اپنے نفسیاتی مسائل تحریر کریں تاکہ ان کے مسائل کے حل میں دوسروں کو بھی راہنمائی ملے۔

❖❖❖

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ